

جلد ۱ نظارہ پرستان

ترجمہ مسٹر نیراف لندن (آخری سلسلہ)

اس مصنف کے حسب ذیل ناول بھی ملاحظہ فرمائے

عز و حن - باب کا قاتل - خونی تلوار - فائدہ لندن - گردش آفاق

مصنف **Checked** 1987 مترجم

جارج ڈبلیو۔ ایم۔ ریپنالدس تیرنھ رام فیروز پوری

اس دفتر سے منشی تیرنھ رام صاحب کے نئے ناول کا ایک سو اسی سلسلہ جاری ہے

بھر سالانہ قیمت بمحکمہ مستقل خریداری فرمائیے

لال برادر اس

پارسنز روڈ - ٹوبکھا - لاہور

صرف سرحدی علاقہ ایکنرک پریس لاہور میں باہتمام پیارے لال پرنٹرز پبلشرز چھپا

باب کا قاتل

رینالڈس کے زہر دوست ناول پیرسی سائڈ کا ترجمہ

منشی شمیم الدین صاحب بلہوری کے قلم سے

کیا یہ بتانیگی حاجت ہو کہ یہ ناول کتنا دلچسپ ہو کیا اس کا نام ہی نفس مضمون کا منظر نہیں ہے؟
 بیپ اپنے چہرے پر کھڑا نو پر بٹھا کر پیار کرتا اور اس کے نرم چکبیلے اور گھومے ہوئے بالوں پر ہاتھ پھیرتا
 ہے۔ یہاں تک کہ محبت میں وہ اپنی قابل فخر انسانی حالت کو بھی قطعی فراموش کر دیتا ہے اور صرف یہ امید
 اس کے لئے باعث راحت ہوتی ہے کہ میں اپنے بچہ کے لئے دارقرو دولت کما سکوں۔ اسی فکر میں گلی مارا
 زندگی بسر ہوتی ہے یہی بچہ جو ان ہو کر باپ کو قتل کرے یہی ننھے ننھے لٹکے اتنے قوی ہو جائیں کہ اس محبت
 دل میں خیر بھی نہ لکھیں جو ہر وقت اسی کیلئے فکر مند اور مضطرب رہتا تھا۔ اے کیا فطرت انسانی اس جہ قابل نفیر ہو گی؟
 نہایت زوردار۔ بڑا پُرور و رغبت درجہ سبق آموز۔ مکمل ۶ جلدیں ۵۱۶ صفحے قیمت للبر

خونی تلوار

رینالڈس کے بیسیٹر تاریخی ناول میسیکر آف گلن کو کا ترجمہ

منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے

رینالڈس کے ناولوں میں بالکل نیا اور نہایت لاجواب جس کا ترجمہ پہلی بار اردو میں کیا گیا ہے
 اس ناول کا پلاٹ بالکل ایسے ہی ساخڑ پر مبنی ہے جیسا ۱۹۱۹ء میں امرستریس پیش آیا تھا۔ ایسے
 ہونا کہ واقعہ پر رینالڈس کی تحریر پر پوچھے نہیں اس میں کسی کچھ نہ پچھپایا مرکوز میں۔

گلن کو کا قتل عام ایک تاریخی واقعہ ہے۔ اس تنازعہ فاک کہ مورخ اب تک اس کا ذکر کرتے ہوئے
 کانپتے ہیں۔ رینالڈس نے اپنی جادو نگاری سے اس واقعہ کو جس رنگ میں پیش کیا ہے وہی کا حصہ
 سمجھنا چاہیے۔ جب وطن اور قومی غیرت کی تصویر آزادی کی حریت میں قربانی کا نظارہ۔ سیاسی عالم
 کی نہ بھولنے والی داستان مکمل ۵۵ صفحے قیمت لٹریچر

لالی پراڈرس، یارنرز روڈ۔ نو بکھا۔ لاہور

اگر آپ اب تک ہمارے اس ناول کے مستقل خریدار نہیں بنے تو ہم کاشی اور دہلی کے ایک اور بزرگ شاعر اور ادیب بن جائیں گے۔ سال بھر تک اتنی بڑی ایک جلد ہمارے حاضر خدمت ہوتی رہے گی۔

پیسویں جلد

نظارہ پرستان

جارج ڈیویو۔ ایم پینالڈس کے سب سے زبردست ناول کا ترجمہ

تیرتھ رام فیروز پوری

مترجم فنانڈن۔ نونی تلوار۔ وطن پریس

۱۹۲۵ء

لال بہادر سہل

دہلی

ہیڈ آفس۔ ۷۔ پارٹنر روڈ ٹوکھٹ لاجپور

حقوق محفوظ

قیمت ۷

اشاعت اول

فرانس کے نیا لٹریٹور ڈوماس کے ناول

اس مصنف کو جو تقریباً نصف صدی اس حرف فرانس میں بہر گزرا ہے۔ دنیا کے بہترین و نامور ناولوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہاں نوں میں ہونے کے باوجود اس کے ناول اتنے دلچسپ ایسے پر لطف اور ایسی زبردست کشش رکھتے ہیں کہ قارئین ان پر وہاں شک ہونے لگاتے ہیں کہ کیا یہ سب کتابیں اسی ایک شخص کی تصنیف ہو سکتی ہیں؟ اس نے تاریخ۔ افسانہ اور ناول کو عجیب دلاویز طریقہ پر آمیزہ کیا ہے۔ ہماری سفارش پر اس کا کوئی ناول ضرور دیکھئے۔ پھر آپ یقیناً باقی کے مطالعہ پر مجبور ہوں گے۔

اسرار دنیا پر کس دوسری ترجمہ جو منشی غلام قادر فصیح سیالکوٹی نے آج سے ربع صدی پیشتر شائع کیا تھا۔ اس ناول میں فرانس کی دہائی زندگی کی حیرت خیز جھلک دکھائی گئی ہے۔ بڑا مرقعہ پرانہ اور دلچسپ آجوز زمانہ ہے۔ مکمل ۲۰۰ صفحے قیمت سے ۱۰/-

بطول پر پست نامی ناول ریچیل ٹاڈ کا ترجمہ از منشی تیرتھ صاحب فیروز پوری۔ اتنا دلچسپ حیرت خیز اور دردناک افسانہ شاید کبھی آپ کی نظر سے نہیں گذرا ہوگا۔ دنیا بھر کے پولیٹیکل نادوں میں یہ اپنی نظیر آپ ہے۔ ایک محب وطن فوجی اپنے ملک کو آزاد کرنے کے لئے لڑتا ہے۔ مگر جلد ہی ہی اس پر قیدیں ہو جاتی ہیں۔ قید خانہ میں اس کو عذابِ عظیم کی دھمکی دی جاتی ہے۔ مگر جس محبت و استقلال کے ساتھ وہ اپنے ثبات قائم رکھتا ہے۔ اس کی کمینیت پر ٹہنے والے پروردگار کی حالت طاری کر گئی ہے۔ ان ذمہ کارانوں کے پہلو پر۔ ان عاشقِ حصادی نازنین کی دوستانہ محبت اور بھی دلچسپی پیدا کرتی ہے۔ پلاٹ اور مایاں میں بیشک یہ ناول مکالمہ میں بالکل میل ڈراما کا لطف دیتا ہے۔ نئی جمعیت اگر آپ اس کا مطالعہ کرتے وقت تخیل میں سیٹج قائم کریں۔ تو اس کے سارے کیرکٹرنڈہ بیکروں کی طرح نقل و حرکت کرتے نظر آتے ہیں۔ گویا مصنف نے اپنے ذور تحریر سے ایک بے جان قصہ کو جاندار بنا کر اس کی حیثیت دی ہے۔ ۲۰۰ صفحے جلد قیمت سے ۱۰/-

موتیوں کا جزیروہ کویت آف مونٹی کرسٹو کا ترجمہ از منشی غلام قادر صاحب فصیح سیالکوٹی مرحوم اتنا دلچسپ قصہ ہے کہ ناول دوسرا ہی وزیرِ اعظم برطانیہ اسے ہمیشہ اپنے سر لے کر دکھا کرتے تھے۔ اور ان کا قول تھا کہ میں اسے بار بار پڑھ کر بھی نہیں تنگتا۔ اس ناول کا تعلق اس زمانہ سے ہے جب پولین ایلے سے فرزداد کر فرمیں وہاں ہوا۔ چار جلدوں میں ۱۲۵۰ صفحہ قیمت سے ۱۰/-

لال برادر کس ہے۔ پارٹنر روڈ ٹو کھا لاہور

نظارہ پرستان

میسین جلد

باب - ۱۲۶

انکشاف

وہ رات مسرور تیرک لیسٹم نے سخت قلق و اضطراب میں بسر کی۔ آخر جب ماروں نے آنکھوں میں
 ڈبڈبا کر دامن سحر میں منہ چھپایا۔ تو اس نے معمول سے بہت پہلے بیدار ہو کر نوکر کو کوئٹ آف فورٹ
 کا حال معلوم کرے کے لئے بھیجا۔ یوں اسے اپنی خوشدامن کی ذرا بھی تشویش نہ ملنی۔ کیونکہ خیالات
 کی موجودہ حالت میں اس کے لئے اس کا ترکاھینا برابر تھا۔ مگر قاصد کی روانگی میں یہ صحت نظر
 آئی کہ اس مذبیعہ سے معلوم ہو جائے گا کہ انسٹیشیا کسی وقت گھر آئے گی یا ماں کی بیماری کے باعث
 میکے رہنے پر مجبور ہوگی۔ تھوڑی دیر بعد نوکر لیڈی انسٹیشیا کا رفقہ لیکر واپس مڑا جس میں بجاہ
 پرسی کا مشکر یہ ادا کرنے کے بعد کہا تھا کہ ماں کی حالت پہلے سے بہتر ہے۔ خطرہ گزر گیا اور
 میں سہ پہر کے مدینے لے کر کے وقت واپس آنے کی امید رکھتی ہوں اس خط کی وصولی پر
 سر فریڈرک نے ایک اور رفقہ اپنے سائے لارڈ رستروک کے نام لکھا کہ مجھے ایک نہایت ضروری
 کام کے لئے آج کچھ مشورہ کرنا ہے۔ عین ایک ۲ بجے ٹیوٹر سہول میں تشریف لائے۔ یہ خط
 بھیجا کہ وہ اس تجویز کو جو اس نے سوچ رکھی تھی اور زیادہ چمٹہ کرنے کے لئے باغ میں نکلا۔
 واضح ہو کہ لارڈ رستروک اپنے والدین سے جدا شہر کے ایک اور فیشنل حصہ میں راکوتا
 تھا۔ اسے چونکہ ماں کی بیماری کا حال بالکل معلوم نہ تھا۔ اس لئے مکان پر جا کر انسٹیشیا سے
 ملنے اور اس کے ہمراہ ٹیوٹر ہوس جلنے کی بجائے اپنی فٹن پر سوار ہو کر سیدھا ہیم مل کو روانہ

ہوا جن اتفاق سے اسکی سواری بہن کی گاڑی سے کوئی پانچ منٹ پہلے میوٹر میں پہنچی۔ اور سرفریڈرک
میسٹم جو باغ کے کچ میں چھپا ہوا سب حال دیکھ رہا تھا۔ بی بی اور ساسلے کے ایک ہی وقت وارد
ہونے کے واقعہ سے بہت خوش ہوا۔ کیونکہ دونوں سے جدا ہوا کر کونے کی سجا ایک ہی وقت
ایسا کرنا بہر حال بہتر تھا۔

ڈائیکوٹ نے جس کا ٹھکانا صمیر صمد لنگھڑا تھا اور اٹھارہ بیٹے پیدا کر رہا تھا یہ معلوم کرنے
کی بہت کوشش کی کہ وہ کونسا ضروری کام ہوگا جس کے لئے مجھے خاص طور پر بلایا گیا ہے۔ لیکن
سیکڑوں قیاسات میں سے ایک پر بھی طبیعت نہجی۔ ٹنٹن سے اٹھتے ہی اس نے نوکروں سے
دریافت کیا سرفریڈرک کہاں ہیں؟ جس کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ مالک کسی کام پر باہر
گئے ہیں مگر کہہ گئے تھے کہ ٹھیک ۲ بجے وہیں آجائیں گے۔ لاڈلہ رشتہ روک ابھی دروازہ کی سیڑھیوں
پر کھڑا کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ بہن کی گاڑی بھی آپہنچی۔ اس نے اسے سہارا دے کر اتارا اور اس کی
زمانی بار اول معلوم کیا کہ ایک دن پہلے ماں کی بیماری نے خطرناک حالت اختیار کر لی تھی۔

سرفریڈرک نے مجھے خط لکھ کر ٹھیک ۲ بجے بلایا تھا، اس نے بہن سے کہا۔ ”کہا ہے تجھے
تم سے ایک نہایت ضروری معاملہ پر گفتگو کرنا ہے۔ اب میں حیران ہوں وہ کونسا کام ہوگا جس
کے لئے انہوں نے اتنی تاکید کی؟“

”بھائی میں اس کا کیا جواب دے سکتی ہوں“ انیشیال نے کہا۔ ”تم بھی طرح جانتے ہو کچھ سے
وہ کاروباری معاملوں کا کبھی ذکر نہیں کرتے۔ خیر آؤ۔ ابھی سا حال معلوم ہو جائے گا۔ ابید ہے
وہ اپنے دفتر میں ہوں گے۔“

”نہیں وہ کہیں باہر گئے ہوئے ہیں۔“ لاڈلہ رشتہ روک نے جواب دیا۔ ”نوکر سے معلوم ہوا کہ
ٹھیک ۲ بجے وہیں آئیں گے۔ اور ابھی ۲ میں دس منٹ باقی ہیں۔“ یہ کہتے ہوئے اس نے جبب سے
گھڑی نکال کر دیکھی۔

”اچھا نہیں اتنے میں لباس تبدیل کر لوں۔“ لیڈی انیشیال نے کہا۔ ”تم میری وہی تنگ پنچ کھانے
کے کمرہ میں بیٹرو۔ رابرٹ کتنی خوشی کی بات ہے کہ ماں کی حالت بہتر ہو گئی۔ اور اب ان کی نسبت
کسی طرح کا خطرہ باقی نہیں۔ ورنہ کل رات تو انہی فکروں سے جان بھی جاتی تھی۔ کہ ان کے دشمنوں کا
کیا حال ہوگا۔“

خیرت ہے کیجئے اس بیماری کی خبر تک نہ دی گئی۔“ رابرٹ نے اپروانی تس سے کہا۔ ”یہ ممکن ہے“

کوئی آدمی میرے نوکر کے کہہ گیا ہوا اور وہی اطلاع دنیا بھول گیا ہو۔

انسٹیٹیا نے بھائی کی طرف انداز ملامت سے دیکھتے ہوئے سر دواہ کھینچتے ہوئے نظر ہوتا تھا کہ وہ اچھی طرح سمجھتی ہے کہ اس کے دل میں عزیز رشتہ داروں کے لئے ذرا سی محبت باقی نہیں رہی۔ اس کے بعد چپ چاپ اپنے کمرہ کی طرف چلی گئی۔ یہاں اس نے لباس بدلنا اور سنسنگار کیا، غسل کیا، کوئی کچھ کہ غصہ اور جوش کا طوفان عظیم سر پر گھرا ہوا ہے جس کے رد کا کڑا عفریہ سنائی دینا قریباً باؤ گھسنے بعد وہ ہر طرح آراستہ ہو کر اس کمرہ میں داخل ہوئی جہاں اپنے کاسمان چڑھا ہوا اور اس کا بھائی کھڑکی کے ساتھ لگا کھڑا تھا۔

ایلو بھائی بھی آگئے۔ رابرٹ نے یکا یک پیچھے مڑ کر کہا۔ ابھی ابھی مکان میں داخل ہوئے ہیں۔ میں نے سلام کیا تھا۔ مگر شاید انہوں نے دیکھا نہیں۔ انسٹیٹیا بعض اوقات تھکے ستھرے مزاج کچھ عجیب رنگ اختیار کر لیتا ہے۔

”مگر بھائی متم پر تو انہوں نے ہمیشہ احسان اور سلوک ہی کیا ہے۔“ خاتون نے غلام امین زچہ میں جواب دیا۔

”بہ شک اس سے مجھے انکار نہیں... پرچہ وہ آگئے۔“

اس وقت دروازہ کھلا اور سر فریڈرک کمرہ میں داخل ہوا۔ انسٹیٹیا اس سے ملنے کو آگے بڑھا جاتی تھی کہ چہرہ کی زردی اور انداز کی خستہ دیکھ کر جھجکا گئی۔ لارڈ شرورک نے بھی ہنسنے کی بدلی ہوئی حالت دیکھی تو وہ اندیشے جواب تک بہم حسیت رکھتے تھے۔ بھائی ایک حدت اختیار کرنے لگے۔

فریڈرک انسٹیٹیا نے جب دیکھا کہ سر فریڈرک تپاک سے ملنے کی بجائے قبر اور نگاہ سے باری بارک بہن اور بھائی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ تو آگے قدم نہ اٹھا سکی۔ اور وہیں کھڑی ہوئی انداز سے فکر سے کہنے لگی۔ ”نعمیب خدا مزاج تو اچھا ہے؟“

مہاجن نے آہستہ سے کواٹ بند کر لئے پھر کسی طرح کا جواب دیئے بغیر پیلے بیگ پھر سارے اور اس کے بعد پھر بیگ کی طرف دیکھا۔ اسکی نگاہ سے نفرت حقارت غصہ اور جوش ظاہر ہوتا تھا۔ شرورک کو تو ایسا معلوم ہوا کہ ہنسنے کی جہم انتشار سفر قریب جلا کر خاک سیاہ کر دے گی۔ اس نے جان بپا کر کشش بکس کا راز فاش کر دیا اور بچھے اس انکشاف ہی کے لئے طالب کیا گیا ہے۔ انسٹیٹیا کو یہ فکر ہوئی کہ شاید میڈم انجیلیک اور شیلڈ بولٹ کی نسبت کوئی نئی بات ظاہر ہو گئی۔

تھوڑے وقفے کے بعد ہاجن نے سر دھکا لہجہ میں کہا۔ ”دو نو بجے جاؤ سچے بعض اوروں
باتیں کہنی ہیں جو شاہ کچھ بھول اختیار کریں۔“

”مگر پیسے شوہر“ لیدڈی انسٹیٹیا نے خوف سے کانٹے مٹے ہوئے قدم آگے بڑھ کر کہا۔ ”کس نے
آج آپ اتنی سر دھری کر رہے ہیں؟ کیا بات ہے...؟“

”ہا ہ سر دھری“۔ ہاجن نے انداز حسرت سے کہا۔ ”کیا واقعی سر دھری کرتا ہوں؟ خیر ذرا فقہ
سن لو۔ گہا امید نہیں کہ تفصیل، داستان کے ساتھ یہ سر دھری مگر مجبوری میں بدل جائے۔“

انسٹیٹیا نے الفاظ کو سن کر بے جان وجہ کی طرح کرسی پر بیٹھ گئی۔ اور آنسوؤں کے گرم قطرے
اس کے آتش رخساروں پر پہننے لگے۔ لائوڈرشبروک نے حالت اضطراب میں رومال نکال کر وہ فہم
سے مردمان سے منع کر دیا۔ مگر اس وقت اس کا بھرہ لاش کی طرح بے رنگ تھا۔

سرفرڈیک لیتھم نے ماری باری دونوں کی طرف دیکھا۔ پھر آمہنگی سے کہا۔ ”تمہارے خطا کار نمبر
کا عکس تمہاری نگاہوں سے ظاہر ہے۔ دو نو بجے دو خطا کی مجسم تصویر نظر آتے ہو۔“

ان الفاظ کو سن کر انسٹیٹیا چونک گئی، اس کے منہ سے سب سے بڑا اختیار نکلا۔ ”کیا؟ جرم؟
پھر اس طرح پیچھے جھکی کہ معلوم ہوتا تھا یہ پیش ہوا ہوا ہوا ہے۔ اس کے رخسار آتش زنگ نہ رہا ہو
گئے۔ ہجوم جذبات نے زمانہ بند کر دیں۔ گھر پھر بھی۔ جو اس میں فری نہیں آیا۔“

”واہ! کیا تقدیر تھی کہ اس عالی شان خاندان میں شادی کا فخر حاصل ہو جس کا ہر فرد ہنسنے

اور گنگنا رہے۔“ سرفرڈیک نے آتش زنگ پر طنز سے کلام لیکر کہا۔ ”یہیں خوش تھا۔ کہ ایک امیر خاندان

تعلق ہوا ہے۔ دوست اہباب بھی اس خوش نصیبی پر مبارکباد دیتے تھے۔ مگر جب غلط فہمی دور

ہوئی۔ جب غرور کا پردہ آنکھوں سے ہٹ گیا۔ تو معلوم ہوا اس گتہا جہ وقوف۔ نا عاقبت اندیش

اور احسن تھا کہ اس سہو کار تک ہوا۔ اب میں اس گھڑی پر حسرت کہتا ہوں۔ جب میں نے اپنے

حلقہ کو چھوڑ کر ان امیروں سے تعلق پیدا کیا۔ جن سے اخلاق حسنہ کے معاملہ میں محتاج فقیر ہزار

درجہ بہتر ہیں۔ لیکن خیر جو چکا اب اس پر کف افسوس ملتا ہے سوتو وہ ہے۔ بہر حال یہ بات میں

کسی طرح منظور نہیں کر سکتا کہ دنیا میری یعنی ارٹسے اور میں چپ رہوں۔ لوگ مجھے فشانہ تصویق

نہائیں اور میں پروانہ کروں۔ لیدڈی انسٹیٹیا مجھے معلوم ہو گیا کہ ہمارا نباہ اب غیر ممکن ہے اسلئے

ہمیں جس قدر جلد ممکن ہو سکی ہو جانا چاہیے۔“

”علیحدہ! انسٹیٹیا نے حیرت سے چونک کر کہا۔ اور وہ اپنے شوہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

سے دیکھنے لگی۔

”اُن علیحدہ سر فریڈرک نے پرسکون بچہ میں جواب دیا۔ تم نے نیچے سخت دھوکا دیا... تم نے میری... لیکن نہیں میں سخت گولی پٹ نہیں کرتا۔ میرے مطلب کو تم پہنچاؤ۔ سچائی ہو۔ اس نے بھانسنے کی حاجت نہیں...“

”میرے خدا! بانیبائٹیشیائی نے سچ وحشت سے کہتے انہیں ملتے ہوئے کہا۔ بے شک میں مایا ہوں۔ میں نے آپ کو دھوکا دیا میں اپنی خطاؤں کو تسلیم کرتی ہوں۔ مگر یہ سزا... یہ سزا بہت خوفناک ہے۔ اگر آپ مجھے ایسا سلوک کریں گے تو دنیا اور زیادہ زلیل و حقیر تصور کرے گی۔ کیونکہ خود غارت اپنے شوہر سے جدا ہو۔ لوگ ہمیشہ اسکو شک و نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اوں سر فریڈرک اس کی آواز دردناک کراہٹ اور آہ وزاری میں دب گئی۔ اور چھانی اس طرح متلاطم ہوئی گویا پھٹا چاہتی تھی۔“

لیکن مہاجر کے سکون و استقلال میں اب بھی فرق نہیں آیا۔ بڑی آہنگی سے بیگم سے نظر ہٹا کر اس کے بھائی کی طرف دیکھا۔ پھر اسی سردہری کے بچہ میں کہاں لارڈ شربک آج سے ہمارا اعلیٰ القبطی ملاقات موقوف۔ تمہارے لئے یہاں نہ آنے کا ایک معقول بہانہ موجود ہے۔ کیونکہ سوسائٹی کے دستور کے مطابق جس عورت کا اپنے شوہر سے بگاڑ ہو۔ اس کا بھائی ہمیشہ بہن کی طرف ذاری کرتا ہے۔ پس کوئی پوچھے تو تم بڑی آسانی سے کہہ سکتے ہو کہ بہنوی نے میری بہن سے جو برا سلوک کیا ہے۔ اس کے باعث خود میں نے اس سے میل جول ترک کر دیا ہے۔ اور اطمینان رکھیں تمہارے اس بیان کی زد وید نہ کروں گا۔ مجھے پروا نہیں۔ دنیا مجھے ظالم سخت گیر اور بی رحم سمجھے۔ بہر حال میں نہیں چاہتا کہ کوئی مجھے احسن اور قابل نفرت ہو تو فحش خیال کرے۔ جو کہ حقیقت میں میں ثابت ہو چکا ہوں۔“

”اُن! اُن! بانیبائٹیشیائی نے پریشانی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔“

”اس طرح پر تمہارا کام چنداں شکل نہ ہوگا۔“ سر فریڈرک بیگم سے یہ دستور سنا کر کوئی غصہ نہ کیا۔ کہا۔ ”لیکن میں کہہ سکتا ہوں کہ اس بے وفائی کے ناکم میں تمہارا پارٹ سب سے سہل ہے۔ اور جب تک تم میری ہدایات کے مطابق کام کر دو گے۔ میں بھی یقین دلاتا ہوں کہ تمہارا راز میری زبان سے ہرگز ناش نہ ہوگا۔ اُن پر اتنا یاد رکھو کہ اگر تم نے سہو گویا انتقام لگائی سے ایک لفظ بھی کہہ دیا۔ اور تمہاری بدولت و دنیا صحیح حالات سے واقف ہو گئی۔ یعنی اگر تمہاری وساطت سے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ میں نے کتنا زبردست دھوکا کھایا اور اس شادی سے کس قدر رنج اٹھایا ہے۔ تو بخدا! میں فوراً سب حال منکشف کر دوں گا۔ میں

کہہ دیں گا۔ کبیر سے سنے لارڈ شبروک نے میرے ہی گھر میں ایک بدکردار چور اور نفب زن کی طرح...
 انسٹیٹا اب تک فرطلم سے نڈھال اپنی کرسی پر چپ چاپ بیٹھی تھی۔ ان الفاظ کو سن کر بھڑ
 چڑکی۔ اور اس کے منہ سے ایک دلی ہڑی چیخ نکلی۔ اس نے مسطر بانہ انداز سے پہلے اپنے شوہر اس کے
 بہن جہانی کے پہرے کی طرف دیکھا۔

تیسرا انداز۔ اس نے ایک کونٹے جس کا جبرہ خون۔ شرم اور اضطراب سے پیلا پڑ گیا تھا گھبرا
 اپنی زبانی سے اٹھتے ہوئے پید پسن کی طرف یہ خوف نظروں سے دیکھ کر اس کے بہن جہانی سے انتہائی
 لفظوں میں کہا۔ "واحد میں اس نعت کلامی کا مستوجب نہیں ہوں..."

کینہ توڑ ہاجرا۔ اس ذریعہ سے اس مفرور اسیر خاندان کی بے غری کر کے بہت خوش ہوا
 تھانہ ظاہری سکون برقرار رکھتے ہوئے اس نے کہا۔ لارڈ شبروک میں پھر کہتا ہوں کہ لوگوں سے اس
 واقعہ کا ذکر کرنے سے بچنا چاہئے۔ دنیا بھر کے لوگ اس کے دل اور جا بھر سے پروا
 نہیں لیکن باور رکھو۔ انسان کسی حال میں بوقوت کہلانا نہیں کرتا۔ اس لئے اگر تم نے جیسے
 سے جی اہل حالات ظاہر کئے تو یاد رکھو میں فوراً اس راز کو اہم نشہ برع کر دوں گا۔ کہ دعوت کی
 رات تم نے میرے مکان پر...

رحم کیجیے سرفریڈیک رحم کیجیے "وائیکوٹ نے اندازِ مذامت سے ہاتھ جوڑ کر کہا۔
 "میں ہر جگہ تہہ کر دوں گا۔ کہ دعوت کی رات کو تم نے مہمانوں سے خطر کیا کہ میرے کمرہ کا دروازہ
 کھولا۔ اور..."

جہانی... سرفریڈیک دیکھ میں ہاتھ جوڑتا ہوں..."

"اور میرے کئی سو پونڈ چرائے..."

"اف! اف! یہ کہتے ہوئے شبروک نیم بیہوشی کی سی حالت میں کرسی پر گر پڑا۔

"آہ! میں کیا سنتی ہوں؟ انسٹیٹا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر متوجش نظروں سے دیکھتے ہوئے

چیخ کر کہا۔ "سرفریڈیک... رابرٹ... سارا حال کچھ... یہ ماجرا کیا ہے؟"

مہاجر کو پوچھ کر سخت تعجب ہوا کہ انسٹیٹا ڈھونگ کر رہی ہے یا حقیقتاً اس چوری کی شکر
 سے بے قصد رہے۔ بہر حال وہی سردہری کا اہم برقرار رکھ کر کہنے لگا۔ "میں مہاجر فقط اس قدر پہنچا
 کہ جس رات میں نے تجوری کی کچھ نہا ہے حوالہ کی تھی۔ کہ تمہیں جس قدر روپیہ درکار ہو گا تو..."
 اس سے زیادہ سننے اور آئیے اشاروں کی سمجھنے کے بغیر میں ایمان دھونکہ حاضر جان کر

بچ کہتی ہوں۔ کہیں نے کبھی لینے کے بدکیش بکس سے جو رقم نکالی وہ چھ سو پونڈ سے بھی کم تھی۔ اور نگو میں نے باقی روپیہ گھسنے کی پروا نہیں کی۔ تاہم میرا خیال ہے کہ ابھی اس میں اس سے دو گنی یا تنگی رقم اور باقی تھی۔۔۔“

”مگر انسٹیٹیا“ سرفریڈرک نے جس کے شبہات نے اب اور زیادہ ترقی کر لی تھی۔ پریشانی کے لمحہ میں کہا۔ ”میں پوچھتا ہوں۔ تجوری کی کبھی تمہارے ہاتھ سے کیسے نکلی۔ اور تمہارے بھائی لارڈ رشبورک کے ہاتھوں تک کیونکر پہنچی؟“

”بھائی ان باتوں کو جانے دو۔ ان سوالوں میں کیا رکھا ہے؟“ وائیکونٹ نے دو قدم آگے بڑھ کر کانپتا ہوا ہاتھ پہنوں کے ماز پر رکھ کر اس کے چہرہ کو انتہائی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اے! یہ کیا اسرار ہے؟ رابرٹ ان الفاظ کا کیا مطلب ہے؟“ انسٹیٹیا نے پریشانی سے پوچھا۔ ”ضرور کوئی خفا کا داز ہے جس کا حال میں اب تک نہیں سمجھ سرفریڈرک آپ کبھی کا ذکر کرتے ہیں۔ اب مجھے یاد آگیا۔ جلسہ کی مصروفیتوں میں وہ اتفاقاً میری جیب سے لگائی تھی۔ مگر اس کے تھوڑی دیر بعد وہیں سے مل گئی۔ جہاں کھدائی گئی تھی۔ آپ کو یاد ہوگا۔ روپیہ نکالنے کے بعد میں یہ کبھی بھی آپ کو دے رہی تھی۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ کاش آپ اسی وقت لے لیتے۔ مگر رابرٹ یہ کیا سمجھتا ہے جو میری سمجھ میں نہیں آتا۔ تمہارے پاس اس کبھی کا کیا کام تھا؟“

”بس مجھ حل ہو گیا۔“ سرفریڈرک لیتیم نے بار اول جو شظا ہر کرتے ہوئے کہا۔ ”تم کہتی ہو کبھی تم سے کھدائی گئی تھی۔ اور اس کے تھوڑی دیر بعد میں پڑی ہوئی مل گئی۔۔۔“

”اے! اے!“ بنصیب رشبورک نے سر سے گونجھکا کر کہا۔ لیکن ایک لمحہ بعد وہی زمانہ لا پورا اختیار کر کے جس کا عادی تھا۔ اس نے کہا۔ ”مگر بھائی جان اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟ آپ میرے فری رشتہ دار ہیں۔ اس لئے میرا مال سو میرا مال اور آپ کا مال سو میرا مال۔ میں نے ضرورت کے لئے روپیہ نکال لیا۔ مگر یہ ایک قرض تھا جو مناسب وقت ہمارا کر دیا جاتا۔ سو اس قدر ہوا کہ آپ کو اس کی اطلاع دینا بھول گیا۔ جو میرا نہیں میرے حافظہ کا قصور ہے۔۔۔“

سرفریڈرک لیتیم نے غفرت و حقارت سے وائیکونٹ کی طرف پیٹھ پھیر لی۔ وہ اس سحرہ پن کا جواب دینا کسر شان سمجھتا تھا۔

”انسٹیٹیا“ آخر کار اس نے سیکسٹسے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے لمحہ کی سختی اور انداز کی دقت اب تک بدستور تھی۔ مگر اب تہہ نہ ہو گیا کہ اس نے اس معاملہ میں انہیں قصور دار سمجھنے میں غلطی کی۔ مگر حالات

تہا ہے خلافت تھے۔ اس لئے مذاطلہ قدرتی تھا۔ تہا ہے بھائی نے جس شرمناک طریقہ پر سرقہ کیا۔ اس سے تہا ہے خلافت شک ہوتا قدرتی تھا۔ بہر حال میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے تہا ہے خلافت بنیاد شہادت کو دل میں جگہ دے کر بڑی نا انصافی کی۔ کاش میں تم سے معافی مانگ سکتا۔ مگر ایک اور تصور اس سے بھی سنگین تھا۔ خلافت باقی ہے۔ یہ ثابت ہونے کے بعد بھی کہ تم روپیہ کی چوری میں شریک جرم رہتے ہو۔ کوئی عذر ہے جو تم اپنی بے وفائی کی نسبت پیش کر سکتی ہو؟ تم نے خود آپ مانا تھا۔ جس نے تمہیں دھوکا دیا۔ اور وہ دھوکا اتنا شرمناک ہے۔ کہ اس کے بعد ہمارا ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جانا ہی بہتر ہے۔“

”افسوس! کیا ایسے دور گزار و رسائی کا کوئی امکان نہیں؟“ انٹیشیا نے اندازہ بچا سے ہاتھ جوڑ کر اذیت کے لہجہ میں کہا۔ ”میں جانتی ہوں کہ میں نے آپ کو دھوکا دیا۔“

”انٹیشیا! اب اس شخص پر زیادہ کہنے کی حاجت نہیں۔“ مہاجن نے درستی سے قطع کلام کر کے کہا۔ ”گو اس کا دل ابھی سے ایک حد تک نرم ہونے لگا تھا۔“ شخصوں ایسا شرمناک ہے کہ اس پر بحث کرتے نہایت ہوتی ہے۔ خیر اب میں یہ نہیں کہتا کہ تم بھی اپنے سیاہ کار بھائی کے ساتھ چلی جاؤ۔ ہاں اتنا ضرور کہوں گا کہ تم بھی دن میں کسی وقت یہاں سے رخصت ہو جاؤ۔ لارڈ رشبوک کو اب یہاں ایک لمحہ ٹھہرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اس کی موجودگی ایک طرح کا مجرمانہ ارتداد ہے جس کا دور ہو جانا ہی اچھا ہے۔“

لیڈی انٹیشیا کے رخساروں پر آنسوؤں کے قطرے تیز تر گر رہے تھے۔ اور اس کی چھاتی مشاطہ نظر آئی تھی۔ مری جی آواز سے کہنے لگی۔ ”بہت اچھا۔ آپ جو حکم دیے ہیں۔ اس کی تعمیل کی جائے گی۔ اور شاید میں اس لحاظ سے اس سزا کی مستوجب بھی ہوں کہ آج تک اس بھید کو آپ سے چھپایا۔ ہاں پرانا ضرور کہتی ہوں کہ خطا کے مقابلہ میں سزا بہت سخت ہے۔ دنیا میں ایسا کون تو ہے جس سے اپنی زندگی میں کوئی سنجیدگی یا نا عاقبت اندیشی نہ ہوئی ہو۔“

”عقلمند! نا عاقبت اندیشی! مہاجن نے غصہ سے فرش زمین پر پھٹ کر مارنے ہوئے کہا ”بد کردار عورت کیوں میری زبان کھلاتی ہے؟ کیا صریح آوارگی اور بدکاری کو اپنی ناموں سے منسوب کیا جاتا ہے؟“

لیڈی انٹیشیا کا غم فخر نسواری سے بدل گیا۔ آنسوؤں کے قطرے پونچھ کر غصہ سے سر اٹھایا اور قطع کلام کر کے کہنے لگی۔ ”سرفراز! یہ الفاظ بہت سخت ہیں۔ میرے لئے اس انداز گفتگو کو سننے

کایرہلما موغم ہے۔ بے شہید ایک شوہر کی حیثیت میں آپ کو مجھ پر جذبات حاصل ہیں مگر زبان درازی اور دستِ عام دہی ان اغیارات پر مشاغل نہیں ہیں پھر کہنی ہوں کہ مجھ سے واقعی سہواً عرصہ ایک سال کا گزر کہ آپ نے مجھے میڈم انجینیک سے تعلقات بنا کر نئے کا حکم دیا تھا۔ اور اس کے متعلق بعض وجوہات بھی بیان کی تھیں۔ مجھ سے اترانصو رہا کہ اسی وقت آپ کے اس بات کا اعتراف ہندیا کیا کہ اس دوکان کے صحیح حالات کی بے خبری ہے۔۔۔

”الہی! میں کیا سنتا ہوں! سرفریڈرک نے لکھ کر اگر ایک قدم پیچھے ہٹے ہوئے کہا۔ ”انسٹیا آئے کہہ۔ میں تمہارا مطلب ابھی تک نہیں سمجھا۔ وہ کون تھا جس سے تم شادی سے پہلے اور بعد میڈم انجینیک کی دوکان پر ملا کر تھیں۔۔۔“

وہ دیکھے آپ کے سامنے کھڑا ہے۔ پوچھے قسم سے کہ پوچھے وہ بغضباً حال آپ کے کہہ دیا۔ ”انسٹیا نے لکھتے وقت ار کے لہجہ میں کہا۔ اسی سے دریافت کیجئے کہ میڈم انجینیک کی دوکان پر ہیں کسی سے ملا کر تھیں؟“

مگر سرفریڈرک لیچم نے لارڈ شربوک کے جواب کا انتظار نہیں کیا۔ اس کے منہ سے بے اختیار سرسرت نکلا۔ اس ایک لمحہ میں اس کی سیرت بالکل ہی بدل گئی۔ سرودھری اور سکون غائب ہو گئے اور اس کی جگہ محبت اور گرجو تپنے لگی۔

دونوں بار بار انسٹیا کی گردن میں ڈال کر اندازِ حسرت سے سر ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔ ”افس! افس! افس! مجھ سے کتنی بھول ہوئی! انسٹیا اب میں تم سے معافی چاہتا ہوں کیا تم حیران تصور معاف کر سکتی ہو؟“

نظارہ بہت دردناک تھا۔ اس وقت وہ شگل بہا جن بھی جس کا سینہ ہر دم کے جذبات سے عذری تھا بیگم کی بے گناہی ثابت ہونے سے بچو۔ کی طرح رونے لگا۔ دوسری حیث انسٹیا اس ایک خیال کے ذہن اثر کہ اب مجھے اپنے شوہر سے جدا نہ ہونا پڑے گا۔ تمام رنج وہ واقعات بھول گئی۔ دونوں کے جوش نے اس قدر ترقی کی کہ لارڈ شربوک کی موجودگی کا بھی پاس نہ رہا۔ جو پھوڑے فاصلہ پر ایک کھڑکی میں دیکھا ہوا اس نظارہ کو دیکھ رہا تھا۔ اور جیسا اس کی خود غرض طبیعت سے اسہد کی جا سکتی ہے اس فکر میں تھا کہ شاید میاں بی بی کے ملاپ سے میرا بھی تصور سامٹ ہو جائے۔

خود ہی دیر ایک دوسرے سے بے لگ رہنے کے بعد سرفریڈرک بیگم کو کمرہ کتبہ دوسرے حصہ میں لے گیا۔ اور اس جگہ بیٹھ کر دو دن محبت و یز تک باہر کرتے رہے۔ وہ شخص حالِ احوال بیان

کرنے کا وقت تھا۔ چنانچہ انیشٹیا نے کہا۔

”یہاں سے تو میرا آپ کو یاد ہو گا۔ کہ پہلا واقعہ جو ہمارے تعلقات کا موجب ہوا۔ بھی ان کے جرم سے منسلک تھا۔ اس نے ایک ہنڈی پر مار کوئس آف سول کلف کے سب سے پہلے کر دے دی تھی اور وہ ہنڈی انشٹیا آپ کو ان کی خبر ہوئی۔ تو آپ کے پاس گئے۔ اور آپ نے ان کے کہنے پر بھائی کو اس خوفناک انشٹیا سے بچانے کا وعدہ کیا۔ لیکن خود مار کوئس اس کو سزا دلانے پر آمادہ تھے ان دنوں یہ بات عام طور پر منہ پر تھی کہ رابرٹ براؤن کو بچا گیا ہے۔ مگر واقعہ میں وہ لندن ہی میں ایم برٹن درزی کے ہاں چھپا ہوا تھا۔ ان واقعات کی تفصیل میرے لئے غایت درجہ رنجیدہ ہے یہ کہ اس سارا حال بیان کرنے پر مجبور ہوں۔ نہیں آپ مجھے روکیں نہیں۔ سارا حال کہے بغیر میرا اطمینان نہ ہو گا۔ میرے والدین نے آمدہ پیش کی صورت نہ دیکھنے کا عہد کر لیا تھا۔ اس لئے وہ ان کے پاس جاسکتا تھا۔ نہ آپ کے پاس آنے کی جرأت رکھتا تھا۔ مجبور ہو کر اس نے مجھے خط لکھا۔ اور اس مقام پر جہاں ان دنوں چھپا ہوا تھا۔ ملنے کی التجا کی۔ اس نے تحریر کیا کہ میڈم انجلیک جس سے تم کپڑے سلوا یا کرتی ہو۔ اس کی دوکان ایم۔ برٹن کی دوکان سے ملتی ہے۔ اس لئے وہ باسانی ہماری ملاقات کا انتظام کر دے گی۔ اس بات سے بالکل بے خبر کہ یہ فعل کسی خطرناک کیفیت رکھتا ہے۔ بھائی کی محبت سے مجبور ہو کر میں اس عورت کی دوکان پر گئی گھوٹاں بھائی کا نام لینے کی اس خیال سے جرأت نہ ہوئی۔ کہ ایسا نہ ہو مار کوئس کے جاسوس اس پاس موجود ہوں۔ اور ان کو رابرٹ کی موجودگی کا حال معلوم ہو جائے۔ میرے لئے انتہائی احتیاط سے کام لینا ضروری تھا۔ میں نے اتنا ہی کہا کہ ایک صاحب اس محکمہ میں انتظار کرنے ہوں گے۔ میں ان سے ملنا چاہتی ہوں۔ انیس۔ ایکس کو خبر تھی۔ کہ بھائی کی نا عاقبت ایتنی سے بہن کے خلاف ایسے خوفناک شبہات پیدا ہوں گے۔“

انشٹیا کی آنکھوں سے بدستور آنسو بہ رہے تھے۔ سر فریڈرک نے ایسی ملائت سے جس کا وہ عادی نہ تھا۔ التجا کی کہ پیاری اس ذکر کو جلانے دو۔ میں میرا اطمینان ہو گیا۔ مگر اس نازنین نے جندی سے آگے بڑھ کر بیان کا سلسلہ اس طرح جاری رکھا۔

”میں رابرٹ سے اس بیان پر ملی جس کی نسبت خدا گواہ ہے کہ مجھے معلوم نہ تھا۔ عصمتیں کا قبرستان ہے۔ اس نے مار کوئس آف سول کلف کے نام ایک چھٹی لکھی۔ مگر اس پر روزگی کا مقام برسر مزاج کیا۔ اور التجا کی کہ آپ میری حالت پر رحم کرنا۔ ساتھ ہی مجھ سے کہا کہ تم اس خط کو اپنی طرف

سے اس مضمون کا رد قہر شامل کر کے مارکٹس کے پاس بھیج دیا کہ انہیں جو کچھ جواب دینا ہوتا ہے نام بھیج دیں اپنے خدایں میں نے بھی رحم کی دینا است کی۔ مارکٹس نے اس کا جواب فوراً بھیجا اور لکھا کہ گو میں نے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ اس شخص کو جس نے ایسی سنگین جھلسائی کی ہے نہ راولائے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ مگر آپ کی خاطر اس کے جرم سے دو گداز کرنا ہوں۔ اب مجھے بھائی کو اس جو اس کے مطلق کرنے میں مدد دینا چاہیے، اس کے ہوکان پر جانا پڑا۔ دوسرا موقع تھا کہ میں اس سے ملی اور اس کے بعد جب روپیہ کے لئے آپ سے گفت و شنید ہو رہی تھی۔ تو مجھے دو یا تین دفعہ پھر وٹاں جانا پڑا۔ اسے آپ کی عنایت سے وہ مشکل آسان ہوئی۔ اور اس کے بعد مناسب وقت گزرنے پر یہ خبر منہ پر کی گئی کہ بھائی اور سیتھ اس کتاب ہے۔ اب آپ اس بات کا خود ارادہ کر سکتے ہیں کہ شادی سے پہلے میں کس لئے میڈم ایجنڈیک کے مکان پر گئی تھی۔ اور وہاں میری ملاقات کس سے ہو کر تھی تھیں۔۔۔

”اسٹیٹا انسٹیٹبا۔ میرا المینان ہو گیا۔“ سرفریڈرک نے پھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ شادی کے بعد جب تمہارے بھائی نے اپنی آوارگی سے پھر مشکلات پیدا کیں۔ اور سوچو اور دیکھیں نے اس کے خلاف فوجداری عمل میں لانے کی دھمکی دی تو تم پھر اس سے ملنے پر مجبور ہوئیں۔۔۔

”جی ہاں میرے سوا اور کوئی اس کا سہارہ نہ تھا۔“ اسٹیٹبا نے جواب دیا۔ اس موقع پر دوبارہ اس کے برعظیم یورپ کو فرار ہونے کا کہنا نہ کیا گیا۔ اور یہ خبر مشہور ہوئی کہ وہ پیرس یا برسلز میں پورٹ ہے کسی نہ کسی طرح افسران انصاف کو غلط راہ پر ڈالنا منظور تھا۔ بے شک آپ نے مجھے بھائی سے خط و کتابت نہ کرنے کا حکم دیدیا تھا۔ مگر جب اس نے میرے نام در دناک چٹیاں لکھیں اور تحریر کیا کہ میں زندہ در گور ہوں۔ اور تمہارے سوا کوئی آسرا نہیں ہے۔ تو مجبور ہو گئی۔ چنانچہ ایک بار پھر اس سے دوسری میڈم ایجنڈیک چونکہ خیاطی کا کام کرتی تھی۔ اس لئے وٹاں جانے کا کہنا نہ پیدا کرنا دستور نہ تھا مگر خدا جانتا ہے میں اس بارہ میں بالکل لاعلم تھی کہ وہ مجھے کتنی بدنام ہے میرے خیال میں مشیاء عورتیں اور عجمی ایسی ہونگی جو اس جگہ کے صحیح حالات سے ناواقف ہو کر وٹاں لکھیں۔۔۔

”خبر دہوں گی۔“ سرفریڈرک نے تسلیم کیا۔ چنانچہ میں خود اس بارہ میں بالکل لاعلم تھا اتفاقاً ایک روز ایک فیشنبل میرٹھ مجھ سے اس مباحثہ کے حالات بیان کئے۔ تو میں انہیں سن کر حیران و ششہ رہ گیا۔ یہی وہ موقع تھا جب میں نے تمہیں وٹاں جانے سے منع کیا۔

”خود مجھ کو آپ کے حکم سے کچھ کم حیرت نہ ہوئی تھی۔“ اسٹیٹبا نے کہا۔ ”اس وقت اور اس۔“

میرے کسی بارجمی میں آئی۔ کہ سارا حال آپ کے کہہ دوں۔ مگر جرات نہ ہو سکی۔ اگر وہ حالات جن سے مجھ پر
 ہرگز دلائل ہوا۔ پہلے ہی آپ کے کہہ دیجیے۔ تو آج یہ آپ کو اتنا ملال ہوتا۔ نہ میں ان غلط فہمیوں کا
 شکار رہتی۔ جن میں شرم و حجاب ہر بار مانع ہوتی۔ اور میں آپ کے یہ کہنے کا حوصلہ نہ کر سکتی کہ جس مکان
 کو آپ بدنام قرار دیتے ہیں میں وہاں بھائی سے ملنے کی بارگاہی ہوں۔ مگر جب آخری بار بھائی
 سے ملنا ہوا۔ تو میں نے اس کو سخت ملامت کی۔ اور کہا کہ تمہاری وجہ سے مجھ کو کتنی سزا کا متھا
 پر آنا پڑا ہے۔ آپ اس کی عاقبت سے خوب واقف ہیں۔ میری باتیں سن کر پہلے لاپرواہی سے
 ہنسنے لگے۔ پھر ہوا افسوس میں ان حالات سے واقف نہ تھا سمجھے اس کی باتوں پر یقین نہ آیا
 بہر حال میں نے اس کو معاف کر دیا۔ لیکن جس روز سے آپ کی ناپائی اس جگہ کا صحیح حال معلوم ہوا
 میں برداشت نہ کی۔ انہی فکروں میں گھٹی حالتی تھی۔ کہ اگر آپ کو میرے وہاں جانے کا حال معلوم ہو گیا۔ تو
 خدا خانے آپ کیا خیال کریں گے۔ اور میرے لئے جواب بھی کتنی مشکل ہو گی۔ آخر ایک روز میڈم
 اینجلیک نے اپنا آدمی بھیج کر اس معاملہ بالبحر کی کوشش کی۔ بظاہر وہ اس راز سے ناواقف نہ
 اٹھانا چاہتی تھی۔ اس وقت میرے داغ میں ایک عجیب کشمکش ہوئی۔ کئی بارجمی میں آئی کہ آپ
 سے فکر سارا حال بیان کر دوں۔ مگر افسوس ہے کہ وہ آخر میں اس کی جرات نہ ہو سکی۔ ناچار جھجک
 گئی۔ اس کے بعد جو ہوا وہ سب آپ کو معلوم ہے۔“

بیاری انسٹیٹیا اب میا بھی اس معاملہ کا حال بیان کرنا چاہتا ہوں۔“ مرفریڈر نے
 بیگم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر محبت سے چومتے ہوئے کہا کہ سنو میں بتاتا ہوں۔ میرے دل میں کس
 طرح مشامات پیدا ہوئے۔ کیونکہ ان کو تقویت ہوئی۔ اور کس طرح انہوں نے آخری ہولناک صورت
 اختیار کی۔“

اتنا کہ کہ مرفریڈر نے وہ سب حالات جن سے ناظرین واقف ہیں مفصل بیان کئے۔ کیش
 کہیں میں روپیہ نہ ملنے۔ لیڈی انسٹیٹیا کے شک میں لکھے ہوئے کا غذا کی تلاش۔ پھر میڈم
 اینجلیک کے ہاں جانے۔ لارڈ شربوک کے کھوئے ہوئے توپکی کے سراغ اور کچے آفرین ٹاؤٹی
 علاقہ یعنی برک کی زبانی صحیح حالات معلوم ہونے کی پوری کیفیت بیان کی۔ اور آخر کار التجائی انداز
 سے کہا کہ آپ بیاری انسٹیٹیا میں اس بات کی معافی چاہتا ہوں۔ کہ میں نے تمہاری لاعلمی میں دراز
 کھول کر کا غذا تک لے۔“

پہلے سے شوہر اس میں معافی کی کیا بات ہے۔“ اس ناگزیر نے جواب دیا۔“ حالات پیش

آندہ میں آپ ایسا کرنے پر مجبور تھے۔ اس کے علاوہ آج کا دن محض انکشاف کا نہیں، عفو و تقصیر کا بھی ہے۔
 ”انسٹیٹیا تمہاری خاطر میں اس شخص ناسپاس۔ تمہارے بھائی کو بھی موانع کرتا ہوں جس کی بدولت ساری خرابی ظہور میں آئی۔“ سرفرڈر کہنے لگا۔

لارڈر شبروک اس عرصہ میں بھیگی بلی بنا وہیں کھڑکی کے پاس چپ چاپ بیٹھا تھا۔ اگرچہ سرفرڈر لارڈر اور لیڈی انسٹیٹیا کی گفتگو کا ایک لفظ بھی اس کے کانوں تک نہیں پہنچا تھا، اب وہاں نے اس کے پاس جا کر کہا۔

”اربرٹ تمہیں اپنی خطاؤں اور بدکرداریوں کے لئے نہایت کرنا بے سود ہے جس نے دنیا میں مشکلوں اور خطروں میں پڑ کر سبق حاصل کیا۔ وہ پند و نصیحت سے کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے؟ تمہاری بستی اخلاق کی اس سے بری مثال اور کیا ہوگی کہ اپنی سلامتی اور حفاظت کے لئے تم نے ہنس مکی عزت و آبرو کی پروا نہ کی۔ شرم ہے کہ تم نے اپنی بہن کو خود اس مکان پر طلب کیا۔ جہاں کوئی شریف و غیرت مند آدمی کسی عزت دار خاتون کی آمد کو برا نہیں کر سکتا۔ غرض سے اندھے ہو کر تم نے بہن کی نیکنائی کا ذرا پاس نہ کیا۔ جو شخص اتنا خود پرورد ہو اس پر نہایت کس طرح کا کرگاہو سکتا ہے؟ لہذا تم جرم و گناہ کی اس منزل پر پہنچ چکے ہو۔ جس سے آگے اصلاح کی کوئی امید باقی نہیں رہتی۔ ہر قسم کی خطاؤں اور سیاہ کاریوں کے بعد تمہیں اپنی بہن کے گھر چوری کرنے سے دریغ نہ ہوا۔ تم نے اتنا بھی نہ سوچا۔ کہ میرے جرم سے بہن کے خلاف کیا کچھ بدگمانیاں ہوں گی۔ کیسے کم ظرف سوائے کے لئے نتیجہ ایسے آدمی کا عدم وجود ہوا ہے۔“

انسٹیٹیا تھوڑے فاصلہ پر کھڑی ہوئی۔ سبکیاں لے لے کر رو رہی تھی۔ سرفرڈر نے اس کی آواز سنی۔ تو پیچھے ہٹ کر ایسی محبت آمیز نظروں سے دیکھا جن کی اس کی فطری سرد مہری سے کمتر امید ہو سکتی تھی۔ پھر کہنے لگا۔ ”تم رو پیاری انسٹیٹیا نہ رو۔ تمہارا ولیل بھائی ان قیمتی انسوؤں کا ہرگز مستحق نہیں ہے۔“

اس عرصہ میں۔ ایکوٹ شبروک اس امید پر کہ جب غصہ کے بادل زبرد تو نیچ کا کڑکا کھا چکیں گے تو ان سے فائدہ کی بوذیں ضرور برسیں گی۔ منکسر صورت بنائے انداز مذاکرات سے چپ چاپ کھڑا تھا۔ جتنے گھر سے پر ملاستوں کی بوجھاڑ کیا ٹھیر سکتی تھی۔ بہر حال غائش کے لئے وہ بھی عرق نہامت سے پانی پانی ہوا تھا۔

شرم سے سر جھکا کر کہنے لگا۔ ”بھائی جان۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے ہمیشہ آپ کے لئے

کی ہے۔ مگر دیکھیے میری حالت دیکھیے۔ ظاہری حیثیت برقرار رکھنے کو میں نے کچھ کیا امر عجوبی تھا۔ آمدنی کی اول نو کوئی معقول صورت نہیں۔ اور پھر جو کچھ ہے وہ میرے اخراجات کی کفیل نہیں ہو سکتی۔ مجھ سے تو ادنیٰ سے دوکانا بھی اچھے میں۔ کہ ہر گھڑی فکر و غم سے پریشان نہیں رہتے۔ آپ نے جس قدر مال کئی ہے۔ میں واقعی اس کا سزاوار ہوں۔ بہر حال یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے۔ کہ آپ کے اور لیڈی انسٹیٹوٹ کے دربان اب کسی طرح کی غلط فہمی باقی نہیں رہی۔۔۔“

”سندرا برٹ“ مہاجن نے قطع کلام کر کے کہا: ”اس نظارہ کو مصلحت ختم کرنا واجب ہے آئندہ کے لئے میں ہمیشہ کو تمہارا یہاں آنا بند کرتا ہوں۔ اور اگر میرا اختیار ہو تو چند اعداد مقام ہی میں تمہارا داخلہ نہ کروں۔ کیونکہ تمہارے یہاں رہنے سے فائدہ کچھ نہیں۔ نقصان ہی نقصان ہے۔ غیر میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔ اگر تم اس کو منظور کرو تو ہر طرح تمہاری بہتری ہے۔ میں تمہارے لئے ایک ہزار روپہ کا سالانہ وظیفہ اس شرط پر مقرر کرتا ہوں کہ آئندہ ہر عظیم یورپ کے کسی شہر میں رہو۔ یہ رقم ماہوار مشطوں میں تمہاری ذات کو ادا ہوتی ہے گی۔ یعنی تمہاری تحریر یا چاک پر ادا نہ ہوگی۔ تمہیں کو دی جائے گی۔ کیونکہ میں اس بات کا پورا اطمینان کرنا چاہتا ہوں کہ تم پیرس یا کوئی دوسرا مقام منتخب کر کے ہمیشہ وہیں رہو۔ اور وہاں سے دوسری جگہ ہرگز نہ جاؤ۔ اگر اس تجویز کو منظور کر دو گے تو میں صاف کہتا ہوں کہ آئندہ کبھی کوئی مالی امداد نہ دوں گا۔ خواہ تمہیں کیسی مشکلات پیش آئیں۔ اور تمہارا انجام کچھ ہو سچھے اس کی شتمہ بھر پروا نہ ہوگی۔ پس ملاں یا نہیں جو جواب تم کو پسند ہو۔ اسی وقت دو۔ کیونکہ پہلی صورت میں میں چاہتا ہوں تم کی ہی لندن سے رخصت ہو جاؤ۔“

یہ بیان کرنا غیر ضروری ہو گا۔ کہ وائیکونٹ رشبوک نے اس تجویز کو جو ہر لحاظ سے فائدہ بخش تھی۔ اور جس کی بدولت ایک معقول رقم مستقل طور پر ملے گا یقین تھا۔ فوراً منظور کر لی۔ اور اس کے بعد خوش خوش وہاں سے روانہ ہوا۔

اس کے جلنے پر انسٹیٹیوٹ نے شہر کا اس تازہ عنایت کے لئے شکریہ ادا کیا۔ اور اس بات کے لئے بھی کہ اس نے چوری کی واردات کے متعلق معافی اور درگزر سے کام لینا منظور کیا۔

”پیدای انسٹیٹیوٹ“ مہاجن نے آخر کار کہا: ”یہ واقعات گورنمنٹ تھے۔ مگر انہیں فائدہ سے خالی نہیں سمجھا جاسکتا۔ ایک تو ان کی بدولت تمہارا خط کار بجائی ہمیشہ کے لئے لندن سے رخصت ہو گیا۔ وہاں سے ہر دم دولت و عمارت کا خوف لگا رہتا تھا۔ دوسرے آئندہ اس کی مصیبتوں

تم کو پریشانی نہ ہوگی۔ اور میرے ہمارے تعلقات پہلے کی نسبت زیادہ قریبی ہو گئے۔ پچھ جانو۔ میرے
میں تمہارے لئے توجہ وہ محبت پیدا ہوئی ہے۔ جو پیشتر نہیں تھی۔ آج تک میرا سلوک سرد و بھری اور تکبر
مبہنی ہو تا تھا۔ میں نے کبھی تم سے وہ برتاؤ نہیں کیا۔ جو شوہر کو بی بی سے کرنا چاہیے۔ لیکن آئندہ ہمارے
تعلقات صحیح معنوں میں عاشقانہ ہوں گے۔ اور امید کرنی چاہئے۔ کہ اگلی نسل سے باہر رہ کر تمہارے بھائی
کی حالت میں بھی کچھ اصلاح ہو سکے گی۔

انسٹیٹوشن سیر کے سینہ سے لپٹ گئی۔ اور اس نے اپنی عمر میں پہلی مرتبہ اس زمانہ میں کہ کبھی مجھ
سے اپنی چھاتی سے لگایا۔

باب ۱۲۸

تمنا کے محروم

اب ہم پھر جنوب فرانس کے اس ویران مکان کی طرف چلتے ہیں۔ جہاں اب تک لیڈی آگسٹین میو
ایم واسٹے اور اس کی دختر کلیرین کے پاس رہا کرتی تھی۔ ناظرین غالباً ان عجیب واقعات کو صبراً
نہ ہوں گے۔ جو زکوہ اس جگہ زہر مسموم ہوئے تھے یعنی کس طرح ایم۔ واسٹے نے سالہا سال پیشتر کو
ایلیس میں اس شخص کی جان لی جس نے دوستی کے پردہ میں اس سے شرمناک ہزاروں کی تھی۔ اور کیونکہ
مقتول کے بیٹے انفرڈ ڈیلام کے بعض عجیب حالات میں قاتل کی دختر کلیرین سے محبت ہوئی۔ اور
اگر سب سے ناظرین کا حوصلہ کمزور نہیں ہے۔ تو انہیں یہ بھی یاد ہوگا کہ زکوہ کی سفارش پر ہی ایم واسٹے
نے آخر کار اپنی بیٹی کو وائیکونٹ ڈیلام سے بیاہ دینا منظور کیا تھا۔ گو اس کے ساتھ اس سے
اس بات کا بھی فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ رسم شادی کے سرانجام پاتے ہی میں کسی دورِ آمادہ مقام
جا کر اپنی زندگی کے آخری ایام رنج و پریشانی کی حالت میں بسر کروں گا۔ لیکن ایم۔ واسٹے کے اس جرم
کا حال فطرت کو معلوم ہوا تھا۔ کلیرین اس بارہ میں بالکل لاعلم تھی۔ اور انفرڈ ڈیلام کے دل پر
تو اس کا گمان تک نہ تھا کہ جس سے میں شادی کر رہا ہوں۔ اس کے والد نے میرے باپ کو ہلاک
کیا تھا۔

جس رات شاٹو میں انفرڈ ڈیلام کی موجودگی کا حال معلوم ہوا۔ وہ حالتِ یاس میں کلیرین
وہ فیصلہ منسوخ کرنے گیا تھا۔ جو اس نے لوٹ ہی خادمہ مارگرٹ کے ایما سے آئندہ میل جول ترک

چونکہ انگلستان کو واپس جانا نہ چاہتی تھی۔ اس لئے اس نے سوچ رکھا تھا کہ سروسٹ کلیرین اور اس کے شوہر کے پاس بھینڑوں لگی۔ اور اس کے بعد اس بات کا فیصلہ کروں گی کہ مجھے آئندہ کہاں رہنا چاہیے۔

ستمبر کا مہینہ ختم ہو رہا تھا۔ اور سروسٹ جو انیس موسم سرما کی آمد کی خبر دیتی تھیں۔ شادی سے ایک دن پہلے شام کے وقت جبکہ موسم خوش گوار تھا۔ کلیرین اور زوہ دونوں سیر کرنے کے لئے نکلیں۔ انفر وٹھی شادی خریدنے کے لئے تھوڑی دور ایک نصیب میں گیا ہوا تھا۔ اور اس کی عدم موجودگی میں دونوں ہسپلیاں کوستان پر مینز کے دلکش مناظر کا لطف اٹھاتی چہل قدمی کر رہی تھیں۔

پیاری کلیرین۔ "بہنسی ان کیسب میری بھینڑی اپنی ہسپلی سے کہنے لگی۔ کل کا دن کتنا مبارک ہے کہ تم اس سے جوتھیں دل سے چاہتا اور ہر لحاظ سے تمہاری محبت کے لائق ہے شادی کرو گی کل سے تمہاری زندگی میں ایک عظیم تبدیلی واقع ہو جائے گی۔ اور تم اس ویران مکان کو چھوڑ کر ایک عالی شان محل میں رہنے لگو گی۔"

"لیکن زوہ پیاری تم بھی تو میرے ساتھ رہو گی۔" کلیرین نے جو اس وقت ہر طرح خوش اور مطمئن تھی۔ جواب دیا۔ "تم نے مختلف اوقات میں اپنی آئندہ سکونت کے متعلق کئی طرح کے خیالات ظاہر کئے ہیں۔ مگر میں امید کرتی ہوں۔ کہ تم اس وقت تک ہمارے پاس رہنا منظور کرو گی۔ جتنے کہ..."

کلیرین فقرہ کو نامکمل چھوڑ کر چپ ہو گئی۔ جوش محبت میں اس کے الفاظ کا مذاک تک پہنچ گئے تھے۔ ڈرہا کہیں میرے کسی نقطہ سے زوہ کے دل کو صدمہ نہ پہنچ جائے۔

"جتنے کہ میری حالت میں تبدیلی ہو جائے... کیا یہی کہنا چاہتی ہو؟" کلیرین نے نافراگ کے لہجہ میں فقرہ مکمل کرتے ہوئے کہا۔ "مگر پیاری کلیرین اگر تمہارا خیال ہے کہ میں آئندہ اپنے شوہر کے پاس رہ کر اطمینان اور خوشی کی زندگی بسر کر سکیں گی۔ تو معاف کرنا تمہارا اندازہ بالکل غلط ہے۔ میری حالت میں جو تبدیلی ممکن ہے اسے فرشتہ اجل ہی ظہور میں لا سکتا ہے۔"

پیاری بہن اسی جگہ دوڑا تین نہ کہہ۔ "کلیرین نے جس کی آنکھیں ان الفاظ سے پرہم ہو گئی تھیں بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ تمہارے حشرناک الفاظ سے میرے دل کو سخت صدمہ ہوتا ہے۔ آہ جبہ میں تمہارے علم و قناعت کو دیکھتی ہوں..."

"کیا کروں مجبور ہوں۔" زوہ نے جواب دیا۔ "میرے لئے صبر و شجاعت کے سوا کوئی چارہ نہیں مجھے بل نصیب کو پسے، استقلال کے ساتھ اس وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔ جو قسام ازل نے میری

انسانک ہستی کے خاتمہ کے لئے مقرر کیا ہے۔

”پیاری۔ پیاری زو“ کلیرین نے جوش سے کہا ”مگر اپنی پابندی پر شب و سوز آقا و بکا کرتیں۔ اگر میں سروقت تم کو مالہ و شبنم کرتے دیکھتی تو سبزا میرے دل پر کبھی اتنا اثر نہ ہوتا۔ جو تمہارے گریہ نہال اور مالہ خاموش سے ہوتا ہے۔ پیاری بہن سچ جانو پیچھے تمہاری حالت دیکھ کر بے حد رنج ہوتا ہے بارہا سوچتی ہوں کہ شاید وہ تمام اندیشے جو خرابی صحت کے متعلق تمہارے دل میں جا گزین ہیں۔ سبکے سب بے بنیاد ہیں۔ میرا خیال ہے کہ تمہارا ذہن چونکہ تکلیف میں ہے۔ اس لئے اس کا اثر جسم پر بھی نمودار ہوتا ہے پس اگر ذہن کی اصلاح ہو جائے تو باقی تکلیفیں بھی دور ہو جائیں گے کچھ عرصہ سے تمہاری صحت اچھی نظر آتی ہے۔ اب تمہارے رخصتوں پر والی آرہی ہے۔۔۔ نہیں بھگے روکو نہیں۔ خدا جانتا ہے میں تمہیں دھوکا دینا نہیں چاہتی۔ سچ کہتی ہوں کہ یہ سرخی بخار کی نہیں۔ صحت کی سرخی ہے۔ یہ وہ قدرتی سرخی ہے۔ جو حالت صحت میں نمودار ہوتی۔ اور گلاب کے پھولوں سے ملتی ہے۔“

”کلیرین کیوں مجھ غریب کو بتاتی ہو؟“ زونے آہستہ سے قطع کلام کر کے کہا ”مجھے تمہاری نیت پر شک نہیں۔ اور میں تمہاری کمزوریوں کی شکر گزار بھی ہوں۔ مگر میرے دل کو قدرتاً وہ احساس ہوتا ہے جسے بیان نہیں کر سکتی میں سمجھتی ہوں۔۔۔“

”بہن میری سسہ اور سمجھو۔ تو جتنا ممکن ہو۔ کسی اچھے طبیب کا مشورہ حاصل کرو۔“ کلیرین نے تیری سے کہا ”اگر واقعی تمہاری صحت اچھی ہے۔ تو اس کی تصدیق کرنے میں حرج نہیں۔ اور اگر معلوم ہو کہ تمہاری صحت واقعہ میں خراب ہوئی جاتی ہے تو کیا اسے برقرار رکھنے کی جدوجہد تمہارا اضافاتی فرض نہیں ہے؟ بہت دن نہیں گزرے تم آپ کہہ رہی تھیں۔ کہ اگر مجھ کو معلوم ہو میں کسی خوفناک غار کے دہانہ پر چل رہی ہوں۔ یا میری راہ میں خطرہ کا گرداب طائل ہے۔ تو میں اس جگہ سے ہٹ جانا فرض انسانی خیال کروں گی۔ کیونکہ زندگی حقیقت میں فدا کی دی ہوئی پاک امانت ہے۔ جس کی حفاظت اس وقت تک لازم ہے۔ جسے کہ انسان اسکی دہلی پر مجبور ہو۔۔۔“

”ماں کلیرین سچ کہتی ہو۔“ زونے سوچتے ہوئے آہستہ سے تسلیم کیا۔

”اس صورت میں پیاری سہیلی“ میڈم وائلز دلنے نے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا ”تصعیبوں اچھا نہ کتنا بھی لبریز ہو چکا ہو۔ مذہب ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ زندگی کا قصہ خاتمہ کیا جائے۔ لیکن دوسری جانب اگر بچہ لے لے صحت کا اسکان باقی ہو۔ تو دکھ پہنے اور قبل از وقت ان دینے کی حاجت کیا ہے؟ جس خدا نے جس جگہ کی جان ڈالی۔ انہی نے بے شمار نباتات

و مصدقات ایسی پیدا کی ہیں جن کی مدد سے ہر طرح کے دکھ درد کا علاج کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے انسان کو یہ عقل و تیز بھی عطا کی ہے کہ ان چیزوں سے کلم لے کر آفات ناگہانی کو کس طرح ٹالا جاسکتا ہے۔ بے سچ بوجھ۔ تو حکمتِ حق الہی ہے۔ اور اس کے وسیع امکانات ہر بات میں خدائی طاقت کے مظہر ہیں۔ اس فن کا ظہور اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ خدا انسان کے بے وجہ دکھ پانے سے خوش نہیں ہیں اگرچہ اب ایک طرف اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ انسان خود کشی سے اپنی زندگی کا قبل از وقت خاتمہ کرے تو ساتھ ہی اس بات کی بھی اجازت نہیں دے سکتا۔ کہ وہ بے وجہ امر حق سے دکھ اٹھائے۔ اور اس نادر فنِ حکمت سے امداد حاصل نہ کرے جس کی تہ میں خدا کا اپنا ڈھکے کام کرنا ہے۔

زولنے اس دلچسپ تقریر کو گہری توجہ سے سنا اور اس کی صداقت تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئی کلیرین کے لفظوں نے آنکھوں سے پردہ سا ہٹا دیا۔ اب اس معاملے کی اسکی نظروں میں بالکل ہی نئی رنگت اختیار کر لی۔ اس کا دلی محسوس کرنے لگا۔ کہ اگر خود کشی داخل گناہ ہے تو مبتلائے مرض ہو کر قصداً علاج سے غافل مزہابی منشائریزی کے خلاف ہے۔

مجبور ہو کر کہنے لگی۔ پیاری کلیرین تم نے یقین دلادیا کہ میں غلطی پر تھی۔ تمہارے لفظوں نے میری نظروں میں ایک نئی اور شاذ حقیقت پیدا کر دی۔ اب میں ضرور تمہارے کچھ پر عمل کر دیتی گی۔۔۔ کلیرین کو اس سے بہت خوشی ہوئی۔ اس نے زو کا ہاتھ گرچہ خوشی سے دبایا۔ اور اس کی طرف اشارہ محبت سے دیکھ کر بولی۔ پیاری بہن کج۔ اسی وقت تمہیں زندگی کی نئی راہ اختیار کرنی چاہیے۔ تمہارے بہنوئی کی کہہ رہے تھے کہ میرے کے نامی طبیب بیرن لوئیس جو تشخیص میں یدِ طبیعے رکھتے ہیں تبدیل آب و ہوا کے لئے پاس کے گاؤں میں ٹھہرے ہیں۔ جلد میں تم کو ان کے پاس لے چلی ہوں۔ ان کا مشورہ حاصل کئے بغیر میرا طبعان نہ ہو گا۔

کلیرین کے استدلال کا اثر ذمہ کے دل پر اتنا غالب تھا کہ وہ اس تجویز سے انکار نہ کر سکی دو نو سیر کرتی گاؤں کے پاس پہنچ گئی تھیں۔ اور وہ خوشنما کو بھی جو بیرن لوئیس نے اپنی سکونت گاہ لئے کرا یہ پر لے رکھی تھی۔ سامنے دکھائی دیتی تھی۔ زو دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ کلیرین کے پیچھے پیچھے اس طرف روانہ ہوئی۔ اس وقت شام کے پانچ بجے تھے۔ اور بیرن گھوڑے پر سوار ہو خوری سے واپس آ رہے تھے۔ کلیرین نے بل کر اظہارِ مدعا کیا۔ تو بیرن بڑے اخلاق سے پیش آیا۔ اس کا تبسم کہتا تھا۔ کہ بالو میں تو اس جگہ محض سیر و تفریح کے لئے آیا تھا۔ مطب کا سامان حاضر نہیں۔ ممکن تھا۔ زو سردہری سے مجھ بھوکہ واپس چلی آتی۔ مگر کلیرین کا غم استوار تھا۔ وہ اسے دیکھ کر کھٹی کے آہستہ

کمرہ میں داخل ہو گئی۔

بیرن لوئیس سارا حال لیڈی آکٹیوین میرٹھ کی زبانی سنا چاہتا تھا، اس نے دک رک کر تھوڑی سی کیفیت بیان کی، مگر کلیرین اس کی مدد کو حاضر تھی۔ جو کچھ اس نے بیان کیا۔ اس سے نامور طبیب کو معلوم ہو گیا۔ کہ زکوہ دت سے بچنے والام کا سانس ہے۔ اور کچھ عرصہ سے عروس کرتی ہے کہیں مرض سل میں مبتلا ہوں۔ بیرن نے معمولی آلات کی مدد سے بھینچڑوں کی تشخیص کی۔ اس وقت زو سے زیادہ بے تابی سے کلیرین اس کے فیصلہ کا انتظار کرتی تھی۔ پوری دیکھ بھال کرنے کے بعد فاضل ڈاکٹر نے اپنی رائے پیش کی۔ جو یہ تھی۔ کہ لیڈی آکٹیوین میرٹھ کی صحت واقعی خراب ہے۔ مگر خطرہ کچھ نہیں اگر پورے طور پر علاج کیا جائے تو تھوڑے عرصہ میں اس کا صحت یاب ہونا یقینی ہے۔ زو اس فیصلہ کو سن کر حیران رہ گئی۔ اور کلیرین بچوں کی طرح خوشی سے تالیاں بجانے لگی۔ اپنی عزیز ہیلی کی گردن میں بازو ڈال کر اس نے بہت دیر تک اسے چھاتی سے لگائے رکھا۔

آخر جب یہ اٹھا ہر سرست کم ہوا۔ اور دونوں خواتین سکون خاطر سے بیٹھ گئیں۔ تو پہلے انہوں نے فاضل ڈاکٹر کا اس محنت و جانکاهی کے لئے شکریہ ادا کیا جس سے اس نے تشخیص کی تھی۔ پھر زو نے ایک معقول رقم بطور فیس پیش کی۔ مگر بیرن نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔ اور اس لہجہ اخلاق میں جو اہل فرانس سے مخصوص ہے کہنے لگا۔ خواتین میں ان فواحش میں بوجھ طبابت نہیں آیا تھا اس لئے میں نے جو خدمت کی اسے دوستانہ اخلاق پر محمول فرمائے۔ عرض اس قدر دلیل میں اس نے اپنے انکار کی تائید میں پیش کیں کہ زو لا جواب ہو گئی۔ اور لاچار اس نے نہیں کار و پیہ اپنے ہی پاس رکھ لیا۔ اس کے بعد بار بار شکریہ ادا کرتے ہوئے دونوں جگہ سے رخصت ہوئیں۔ مکان پر تے ہوئے میڈموائل والسن نے کہا۔ پیاری زو مجھے اپنی زندگی میں کبھی اتنی خوشی نہ ہوئی تھی۔ جیسی سرن کی رائے سن کر ہوئی ہے۔ اوہ! اب تو گویا حالت ہی بدل گئی... مگر کیوں؟ روتی کیوں ہو؟ تمہاری آنکھوں سے کس لئے آنسو بہ رہے ہیں؟

بہن معلوم ہو گیا۔ کہ خدا کو مجھے اس سے بہت زیادہ سزا دینا منظور ہے۔ جتنا میرا خیال تھا۔ لیڈی آکٹیوین میرٹھ نے افسردگی سے جواب دیا۔ میں اس سزا کو جس طرح ممکن ہو گا برداشت کروں گی۔ مگر کلیرین مجھ بد نصیب کے لئے دنیا میں خوش رہنے کی کونسی وجہ باقی ہے؟ شاید ڈاکٹر کا فیصلہ سن کر ایک لمحہ کے لئے میرے دل میں بھی مسرت کی لہر پیدا ہوئی ہو۔ گو اس بات کا بھی مجھے یقین کامل نہیں ہے۔ مگر جب سوچتی ہوں کہ اگر میرے زندہ رہنے سے فائدہ کیا ہے۔ تو بے اختیار

آنسو بہنے لگتے ہیں۔“

”ہن خدا نے امید کو بڑی طاقت دی ہے۔ اس لئے آدمی کو چاہئے کسی حال میں امید سے دست نہ ہٹے۔“ میرا سوازیلی دلنے نے جواب دیا میں تم سے ایک ایسی بات کہنا چاہتی ہوں جس سے دڑ ہے کہ شاید تمہیں رنج ہو۔ مگر فرض اسے کہنے پر مجبور کرنا ہے۔ تم خوب جانتی ہو کہ مجھے تم سے گہری محبت ہے کہی طرح کے حالات میں اسے درمیان مسئلہ محبت قائم کر دیا ہے۔ اور یہ مسئلہ اس قدر مضبوط ہے کہ موت ہی اسکو توڑ سکتی ہے۔ پس تم سے جدا ہونے کا خیال آتا ہے۔ تو سینہ میں کڑا کڑی اٹھتی ہے مگر کیا کریں مجبور ہی ہے۔ ہماری جدائی کا وقت امید سے بڑھ کر قریب آ گیا ہے۔ اس لئے پیاری دو تم بھی مہربانی سے اپنے شوہر کے پاس واپس چلی جاؤ۔“

”آہ کیا کہتی ہو؟ کیڈیوں نے بے تاب ہو کر کہا۔ اس کے پاس واپس چلی جاؤں۔ جس کے لئے میرا وجود باعث مسرت نہیں موجب اذیت ہے۔ ایک طرف ڈاکٹر کہتا ہے کہ تمہیں ویرمک زندہ رہنے کی امید کرنی چاہئے۔ اور دوسری جانب تم مجھے موت کا سب سے مختصر اور موثر مسئلہ بتاتی ہو۔ کیونکہ اگر میں انگلستان چلی جاؤں۔ اور پھر اپنی واقعات سے سابقہ پرٹے جو یہاں آنے سے پہلے ہر روز ہر دشت کرنے پڑتے تھے۔ تو میں یقیناً زندہ نہ رہوں گی۔ بلکہ دل شکستہ ہو کر مجاؤں گی افسوس۔ کلیرین سیرن لوئیس کے فیصلہ نے میری سب امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ میں سوچتی تھی۔ عنقریب میرے انتقال پر آ کیڈیوں اس کے ساتھ جس سے اسکو محبت ہے۔ سکھ کی زندگی بسر کرے گا۔۔۔“

”دو تم نے اپنے شوہر کے لئے کچھ کم ایشیا نہیں کیا۔ ہوس اب زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ایشیا ایک حد تک صحیح ہے۔ مگر اس کے ساتھ دوسروں کا فرض ہے کہ وہ بھی اس میں حصہ لیں۔ تم نے بیان کیا تھا۔ کہ میرا شوہر فطر تانیک اور فیاض ہے اور تم کرسٹیا کو بھی نیکی اور پاک بانہی کا جیمہ قرار دیتی ہو۔ ایسے حالات میں کیا تاہم قریبانی تمہیں کو کرنی چاہئے؟ کیا تمہارے شوہر کو لازم نہیں ہے کہ اپنے جذبات پر فتح پانے کی کوشش کرے؟ کیا کرسٹیا کا وقار سوائی اسے مجبور نہیں کرتا۔ کہ اپنے جذبات کو تا حد امکان دبانے کی کوشش کرے؟۔۔۔“

”آہ۔ کلیرین!۔۔۔“ نے اس قدر کی سے کہا۔ ”حیرت ہے کہ تم جو آزار محبت سے پوری طرح واقف ہو۔

یہ سب حالات مجھ سے پوچھتی ہو۔ یہی آتش عشق جب تمہارے سینہ میں پیدا ہوئی۔ تو کیا تم نے اسے دبانے میں کامیابی حاصل کی تھی؟ کیا تمہارے والد کے سخت تر احکام اس بارہیں کسی طرح کی مدد دے سکے تھے۔۔۔؟“

”بہن! سچ کہتی ہوں۔“ کلیرین نے مری ہوئی آواز سے تسلیم کیا۔ ”تمہارا اعتراض ثابت کرتا ہے کہ خدا نے انسان میں کیسی کمزوریاں لکھیں؟ کوئی سوال یہ ہے کہ آئندہ تم کیا کرو گی؟ ایک ماہر طبیب اس بات کا فیصلہ دے چکا کہ تم عرطبی حاصل کرو گی۔ نہیں معلوم تمہیں کتنی مدت زندہ رہنا ہے۔ پھر کیا یہ تمام عرصہ کو بہی رنج و مصیبت میں بسر ہو گا؟ کیسا اپنی باقی عمر اس سے دور رہ کر گزار جس سے تم کو دلی محبت ہے؟ اس عرصہ میں اپنے دوستوں اور رشتہ داروں سے دور رہ کر کیا اسی طرح آفتیں بھینتی رہو گی؟ اس میں شک نہیں مجھے تم سے گہری محبت ہے۔ اودیہیں یہ سوچ کر خوش ہوں کہ آئندہ تم میرے ہی پاس رہ کر دو گی۔ مگر تمہاری سچی خوشی کا پاس جو میرے دل میں ہے وہ نہیں مانتا۔ وہ رفاقت جو تم سے قائم ہو چکی ہے۔ یہ دیکھنا گوارا نہیں کرتی۔“ دم ساری عمر ان مصیبتوں اور تکلیفوں میں بسر کرو۔ جس کی تفصیل عورت کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔“

”بہن! یہ سچ ہے۔“ زونے اس حکیمانہ لہجہ میں جو شاکر ان تسلیم و رضا سے مخصوص ہے جو دیا۔ لیکن میرے لئے مصیبتیں اور تکلیفیں جھیلنے کے سوا چارہ بھی کیا ہے؟ اگر تقدیر نے میرے لئے راحت کا دروازہ بند کر دیا۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ میں اودیوں کی خوشی میں بھی مزاحمت کروں۔ معاشرہ پیاری سہیلی میں بہت کہتی ہوں اس ذکر کو جانے دو۔ کل تمہاری شادی کا دن ہے۔ ایسے موقعہ پر دلی کو بخشیدہ اور سلول نہ کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ اس نے افسردگی سے مسکراتے ہوئے کہا تو مجھے اس تقریب پر خوش ہونا لازم ہے۔ شادی کے بعد جب ہم لوگ فونین بلو جائیں گے۔ تو اس جگہ فرصت میں اس مضمون پر کافی بحث ہو جائے گی۔ اس وقت پیاری کلیرین جو صلاح تم پر پیش کر دی ہیں اسے منظور کر لوں گی۔ لیکن سرورست اس مضمون کو ابھی تک ترک کر دینا چاہئے۔“

”کم از کم ایک بات کا تم ضرور وعدہ کرو۔“ میڈموائل ولنے نے کہا۔ ”یعنی برین لوئیس نے جو مشورہ دیا ہے۔ اس پر عمل کر کے بہت جلد کسی لائق طبیب کا علاج شروع کرو۔“ مجھے یقین ہے کہ فونین بلو میں کئی لائق حکیم مل سکیں گے۔“

”میں پیاری کلیرین میں اس بارہ میں ضرور اپنا فرض پورا کر دوں گی۔“ زونے جواب دیا۔ آج تمہارا استدلال نے ثابت کر دیا کہ انسان کی زندگی وہ متاعِ انساں نہیں ہے جس کا حشر آدمی کے اختیار ہو۔ بلکہ وہ مقدس امانت ہے جو بغرض حفاظت اس کے سپرد کی گئی ہے۔“

اس کے بعد میڈموائل ولنے نے بھی یہ گفتگو ترک کر دی۔ گو اس نے بڑے تامل سے ساتھ ایسا کیا۔ کیونکہ لیڈی آکٹیوین سے اس کو گہری محبت تھی۔ اور وہ اس کی موجودہ افسردگی سے بہت

پریشان تھی۔ ممکن کی طرف جلتے ہوئے تھڑی تھوڑی دیر کے بعد کلینین بھی نظروں سے روکی طرف
دیکھتی قہقہے خندے اور خیال آتا کہ شکاک حسینہ کے ظاہری سکون کی تہ میں ضرور کوئی غیر معمولی اور وہ چھپا
ہوئے ہے۔

باب ۱۲۹ - جنگل میں جھنڈی

ستمبر کے غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی آخری شعاعیں جنوب فرانس کے ایک عظیم الشان جنگل کی خارجی
حد پر سنکس ہو کر سر بفلک اخبار کو سہرا رنگ سے رہی تھیں۔ اس میں شک نہیں۔ تمدن کی رفتار
نے ضرور ریاست انسانی میں انہی ترقی کی ہے کہ آدمی ہر لمحہ خیر آباد و قطعات زمین کو اس کی قدرتی حالت
سے نکال کر دائرہ تہذیب میں شامل کرنے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام
جہذب ملکوں میں عالیشان جنگل تیر و تیشہ کی نذر ہو چکے ہیں۔ چنانچہ جن مقامات میں دیو پیکر و درخت
صدیوں تک سایہ افکن ہے۔ وہاں اب اندھ کی فصلیں ابلہاتی اور زمینی بستیوں آباد ہوتی
جاتی ہیں۔ تاہم عہد قدیم کے آثار چین و سیام اور ہندوستان میں اب بھی کہیں کہیں واقع ہیں اور
جنوب فرانس میں ان کی بہتات نظر آتی ہے۔ معنی نہ ہے کہ ہماری مراد جھارٹھنکاٹھ کے محدود قطعات
یا ایسے میدانوں سے نہیں ہے جن میں اب کھڑناک پستہ قامت و درخت ایک دوسرے سے
فاصلہ پر اُگے ہوئے ہوں۔ گو انگلستان میں بالعموم ایسے ہی مقامات کو اس نام سے یاد کیا جاتا ہے
حالانکہ وہ جنگل نہیں عہد ماضی کے جنگلوں کی بھولی ہوئی یاد ہیں۔ سہارا شاہہ ان واحد جنگلوں کی
طرف ہے۔ جہاں سر بلند اشجار قطار در قطار سیلوں تک پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں اور جہاں گراں
ان کی بلیگر شاخوں سے ایک ابسا سائین تیار ہو جاتا ہے کہ آفتاب کی شعاعیں انتہائی اُجد و جہد کے
باوجود اس کے اندر داخل نہیں ہو سکتیں۔

ایک ایسے ہی پر شکوہ جنگل کی سرحد کو آفتاب کی مغربی شعاعیں سرخ اور قرمز رنگت دے کر
سکوت شام میں وہ دلہن زیب نظر پیدا کر رہی تھیں جس میں دور و نزدیک کی ہر شے بادہ سرخ سے رنگی
ہوئی نظر آتی تھی۔ لیکن ایک عجیب و غریب گارٹی اس ٹرک پر چلتی ہوئی دکھائی دی جو درختوں کے بچوں
بچے جنگل کے پار جاتی تھی۔ پاس ہی ایک گاؤں آباد تھا۔ اس جگہ گھوڑے تبدیل کرنے کے بعد

جیابک سواروں نے انہیں سر پٹ ڈال دیا۔ سامنی نشست پر ایک سادہ پوش خادم اور گاڑی کے اندر
 فقط ایک ٹیکسلی نوجوان سوار تھا جس کی شخصیت کو پرودہ رانویس نہ رکھنے کے خیال سے ہم شرم میں
 ہی بنا کر چاہتے ہیں۔ مگر جیابا پرانا دوست لارڈ آکٹوین میرڈین تھا۔ جو انگلستان سے بلکہ اپنی بی بی
 نوکے پاس ہمارے تھا۔ گاڑی کے اندر دو نو بازو سپنہ پر پینچے کی طرف جھکا ہوا وہ کسی گہرے غم و فکر کی حالت
 میں تھا جھلک میں شرم تارکی ہوئی تھی مگر اس قدر جالاباب بھی باقی تھا کہ لمپ روشن کرنے سے گھبرائے گا تو تیزی
 رفتار سے چلایا جاسکتا تھا۔ علاوہ بڑی شور و غلہ اور فوجی انداز سے اچھی طرح واقف تھے۔ یہاں تک
 کہ آٹھیس بند کر کے گاڑی کو سیدھی روٹ پر چلا سکتے تھے۔ پھر بھی جیسا ہم نے۔ بلکہ یہ ہے جھلک کے مدنی
 حصہ میں کافی اندھیرا ہو چکا تھا۔ اور گاڑی کے اندر تو کامل تاریکی تھی۔ اس تاریکی میں آکٹوین کا چہرہ اچھی
 طرح نظر نہیں آتا تھا۔ لیکن اگر اس کو بخیر دیکھنا ممکن ہو تو اس کی مذہبی۔ اس کے آہستہ آہستہ اور وہ
 استقلال جو ہم سے ہونٹوں سے غم و آہ تھا۔ ہرگز پوشیدہ نہ رہ سکتا۔ وہ اپنی سیاتہا بہیم نوکے
 پاس جا رہا تھا۔ کیونکہ اسے غلط فہمی کہ دل میں یخیاں صندھلی سے جا گزرن ہو چکا تھا۔ کہ کوسٹینا کو مجھ سے
 قطعی محبت نہیں ہے۔ وہ جانتا تھا کہ میرا قلب صادق آج تک ایک ستم کش حسد کے آئینہ نقشن
 کا شکار رہا اور واقعہ میں نہ کوسٹینا کا دل اتنا پاک و صاف ہے اور نہ اس کے مزاج میں ہی وہ
 معصومیت ہے جس کا مجھے پیشتر یقین تھا۔ گویا اس کے متعلق اسکی ساری امیدوں کا خون ہو چکا تھا
 اور اس نے اس حالت یا اس میں کوئی اور چارہ کار نہ دیکھ کر اس فرض کو آنکھیں بند کر کے ادا کرنے کا ارادہ
 کر لیا جسے وہ عرصہ دراز سے نظر انداز کر چکا تھا۔

گھوڑے تانہ دم تھے۔ اس لئے تیزی رفتار سے چلتے گئے۔ منزل دور کی تھی۔ اور تیرہ چوہ میل
 کے فاصلہ میں جنگی دستوں کے سوا بسنی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ آخر جب گاڑی نے آدھا فاصلہ طے کر
 لیا۔ اور شام کی تاریکی شب کی سیاہی میں بدل گئی۔ تو اس وقت دھنسا گاڑی کو دوڑے جھٹکا دکھا۔ اور وہ
 پھیر گئی۔ جھٹکا گھٹنے پر سر دیکھ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ مگر انہیں۔ گاڑی ٹکرتے ہی گھوڑے اچھلتے نکلے۔ باہر
 اندھیرے میں خوف و ہندید کی آوازیں سنائی دیں۔ پاؤں کی چاپ مکوں کی دھک اور پھر بندو قوں کے
 چلنے کی آواز سنائی دی۔ مگر ہر سب کچھ اس قدر تیزی رفتار سے ہوا۔ اور عمل کے تینوں حصے اس درجہ ایک
 دوسرے سے ملے ہوئے تھے۔ کہ آکٹوین کے گاڑی سے اترنے تک معاملہ ختم ہو گیا۔ میرڈین نے اتنا
 غم و وحولم کیا کہ نہ میرے میں غمخیز لڑائی ہو رہی ہے۔ مگر وہ اس کی نوعیت سے بے خبر تھا۔ صحیح
 حالات جاننے کے لئے اس نے گاڑی سے قدم نکالا ہی تھا۔ کہ میرے میں اس پر بھی لاکھٹی یا پستول

کے ہمسے کا اتنا ہر دستہ دار کیا کہ وہ تھوڑا کر فرشتہ نہیں پرگرا اور بیہوش ہو گیا ۔

جب اسے ہوش آیا۔ تو لارڈ آگنیوین نے رختہ رختہ معلوم کیا کہ بس سرگ کے ایک طرف وحش نہیں برپا ہوں ۔ اور کوئی آدمی لائین ہاتھ میں لئے اوپر اوپر چل رہا ہے ۔ اسی وحشدار روشنی میں گارسی ایک طرف کھڑی ہوئی نظر آئی ۔ مگر چلنے لگنے کے پاؤں کی چاپ کے سوا اور کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی ۔ انتشار ذہنی کے باعث وہ تھوڑی دیر تک کوئی صحیح رائے قائم نہ کر سکا ۔ اس کے بعد خطرہ کا احساس غالب ہوا اور وہ اس خیال سے چپ چاپ بیٹھا ۔ کہ شاید کسی تازہ واقعہ سے صحیح حالات کا علم ہو سکے ۔

اس وقت سر میں شدت کا درد ہوسے سے آگنیوین کو بار اول یاد آیا کہ یہ کسی شخص کے در سے بیہوش ہو کر لایا تھا ۔ غرض قسمتی سے اس کا سر ٹوپی میں چھپا ہوا تھا ۔ ورنہ عجب نہیں کہ وہ ہنسناک ثابت ہوتا ۔ جیسا بیلان کیا جا چکا ہے ۔ اس ایک آدمی کے پاؤں کی آواز کے سوا حوالہ لائین ہاتھ میں لئے پھر رہا تھا ۔ ہر حرف خاموشی تھی ۔ گھوڑوں کے ہنسنے یا نہ سن پر ہم نے نے یا سارے کے چہرے کی آواز تک سنائی نہ دیتی تھی ۔ اور یہ امر حیرت باعث حیرت ہی نہ تھا ۔ کیونکہ لائین کی روشنی میں سر بیٹھنے نے جلد ہی ہی دیکھ لیا ۔ کہ گھوڑوں کو کاکڑی سے جدا کر دیا گیا ہے ۔ اور وہ اس وقت وہاں نہیں ہیں ۔ رختہ رختہ دل کو قناعت ہوئی تو اس نے اپنی مرنہ پر بھی معلوم کیا ۔ کہ لائین ایک عورت کے ہاتھ میں ہے ۔ جو انہیں جگہ میں لکڑی لئے بڑی آہستگی سے اوپر اوپر چلتی ہے ۔ ذرا زمین پر بیٹھے ہوئے وہ اس کا چہرہ تو نہ دیکھ سکا ۔ مگر اس نے معلوم کیا کہ وہ کوئی غصیف و سن رس عورت ہے ۔ اور اس کی ہچکچاہٹ بڑھاپے سے کہہ ٹی ہو چکی ہے ۔

تھوڑی دیر اس طرح چپ چاپ لیٹے ہوئے کہ اس میں ہنساؤ نہ دیتی تک ۔ کہ گمان نہ ہوتا تھا ۔ کہ ہر ہاتھ اس کی نقل و حرکت کو بند دیکھتا تھا ۔ ڈرتا تھا ۔ کہیں یہ بچاؤن سیاہ کار بدنامیوں سے ملی ہوئی نہ ہو چنڈا سنہ زہریلی بھی تھی ۔ اور سب بچے دیکھ کر انہیں پھر آواز نہ دے ۔ اس وقت تک اسے بالکل معلوم نہ تھا کہ رہنمائی نے کس قدر نقصان پہنچایا ہے ۔ مگر دل میں بدترس اندیشے پیدا ہو رہے تھے ۔ کیونکہ ایک تو نوکر اور چاکر سوار کہیں نظر نہ آتے تھے ۔ دوسرے جو جہد اور بند دونوں کی آوازوں اب تک یاد تھیں آہستگی ۔ بڑی آہستگی کے ساتھ کہیں کے سہارے اٹھ کر اس اندھیرے میں جہاں فقط ایک لائین کی روشنی جگہ تک چمک کی طرح نظر آتی تھی ۔ اس نے بغور دیکھنے کی کوشش کی ۔ اب وہ عجوزہ کی چہرے کو جھک کر دیکھ رہی تھی ۔ آگنیوین نے سمجھا کہ لائین سیاہ چیل لائین کے نیچے پرچی ہوئی ہے ۔ رختہ اس کے دماغ میں آگنیوین جو ہنسناک اندیشہ پیدا ہوا ۔ اور وہ اس کے اثر سے بڑھ کر کانپنے لگا ۔ مگر اس خوف نے اور بھی ترقی

کی۔ اور اس کی کیا کمی یہ دیکھ کر اور بڑی کہ لاشیں کی روشنی ایک سپید چہرہ کو نمایاں کر رہی ہے۔ اور یہ چہرہ اس بلا نصیب نوکر کا ہے۔ جو سفر میں اس کے ساتھ آیا تھا!

میر ڈیٹھ کے لئے اب تابعدار رہا۔ ابھی وہ کمرے کی طرف جھپٹا۔ اسی نے اسے دیکھ کر خوف سے چیخ ماری۔ مگر گھبرائی نہ اٹھی۔ اس کا بازو ہلکا کر دوسرے ہاتھ سے اسے گرفتاری زبان میں کہا: ”سیاہ کا رطلوٹ۔ کیا تیرا نوٹ کوٹ رہا ہے۔ جہنمیں میرے ساتھی ہلاک کر گئے ہیں!“

”خداوند کریم بیٹا! میں ایسی بے رحم نہیں ہوں“ بڑھیلے نے ایسے غصہ کا دل سے جواب دیا کہ میر ڈیٹھ کو فوراً اس کی بے گناہی کا یقین ہو گیا۔ ”میں تو اس جگہ فقط تم لوگوں کی مدد کرنے آیا ہوں۔ مگر دیکھتی ہوں کہ تم نے اس کے سبب مجھے پشیمانی بھی دلائی۔ اور اسے باہر جا چکے ہیں۔“ ”آٹ۔ کیا سچ کہتی ہو؟“ میر ڈیٹھ نے ان لفظوں کو سن کر کانٹے ہوئے کہا۔ ”مگر ٹھیک دو۔“

اس نے بڑھیلے کے ہاتھ سے لاشیں چھین لی۔ اور اس کی روشنی میں دیکھا کہ وہ حقیقت میں ایک نہایت کہن سالانہ عجز رہا ہے جس کا چہرہ بھیانک۔ خوفناک اور موجودہ حالت میں جب وہ مردوں کے درمیان غولی بیابانی کی طرح جھڑپ مارتی۔ اور بھی قابل نفرت معلوم ہوتا تھا۔ لاشوں کو گھبراہٹ سے اس کے دل پر اپنے ساتھیوں کی نسبت جہتیں اندیشہ پیدا ہوئے تھے۔ اس خیل سے لاشیں کو دلچسپی اٹھایا کہ دیکھوں ان غریبوں کا کیا حال ہے۔ لیکن معلوم ہوا کہ سب کو ہی ایک علام ہو چکی ہیں۔ نوکر کی لاش کاٹنے کے لئے ہمیشہ اس پر ہی چڑھ چکی تھی۔ اس کے ہاتھ میں گولی کا نشان تھا۔ لاشوں کی راہ سے اب تک قطرات خون پر رہے تھے۔ اس سے تھوڑی دور جا کر دو مردوں میں سے ایک کی لاش نظر آئی جس کا سر لاش کی طرف سے چٹا چور ہو چکا تھا۔ دوسرے آدمی کی لاش ایک کٹے ہوئے درخت پر پڑی تھی جسے لاش کو اس طرح گرانا تھا کہ اس کے بال بال رگ رگ ہوتی تھی۔ اس کے کواں معلوم ہوا کہ اس نے لاشوں کو دھت کر کے پھینک دیا تھا۔ جس طرح اس نے اس بلا نصیب کی لاش پر پڑی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑوں کے دفعتاً رگ جانے سے وہ اچھل کر گئے ہوئے درخت پر گرا۔ اور جس کسی نے اس کو بھی ہلاک کر دیا۔ درخت اس کی موت بھی کھو رہی پھٹنے سے قطع ہو چکی تھی۔

نوجوان میر نے اس ہلاک منظر کو جرات کی تائید میں زیادہ دیکھا۔ اس کا بدن بے اختیار کانپنے لگا۔ جیسا بیان کیا جا چکا ہو تا تھا۔ لاشیں کی روشنی میں دیکھا تو اس کا بدن بے اختیار کانپنے لگا۔ جیسا بیان کیا جا چکا

گھر بڑے کہیں نظر نہ آتے تھے۔ اور اب زیادہ عورتوں سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ اس کے اپنے دور کو کے ٹرنک بھی غائب ہیں۔ بچا ایک اس نے اپنے کوٹ کی جیبوں میں لاکھ ڈال کر دیکھا۔ تو اس کی گھر چلی۔ بٹوہ۔ یا گٹ بک جس میں نوٹ تھے۔ یہاں تک کہ اسکی انگوٹھیاں بھی گم نظر آئیں۔ نوٹ مار کی دھت کا کچھ اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے۔ کہ اس کی ورکٹ کی جیب میں سونے کا بنا ہوا ایک منہل کس تھا۔ تاکہ اس کو بھی ڈراے گئے۔ میریڈیٹھ نے نوکر کی جیبوں میں لاکھ ڈال کر دیکھا تو وہ بھی خالی تھیں! ساری تحفہ و قیمت چند منٹ کے عرصہ میں ختم ہو گئی۔ ان بھیا تک تعصبات کی تحقیق میں بہت وقت صرف نہیں ہوا۔ اور اس عرصہ میں آکٹیوین نے کہن سال پڑھیا کو نظروں سے دوں سیدہ نہیں ہونے دیا۔ اگر وہ بھاگنے کی کوشش کرتی تو یہ ضرور اس کو پکڑ لیتا۔ اور بچتا کہ وہ بھی ان لیسروں سے ملی ہوئی ہے۔ جہنوں نے واردات کی تھی۔ مگر وہ بڑے اطمینان سے پسپا پاپ گھر چلی۔

دیکھ بھال سے فارغ ہو کر آکٹیوین پھر اس کے پاس گیا۔ اور لائین کو اونٹلا اٹھا کر اس گھناونی صورت کو بخور دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ اے عورت سچ بتا تو یہاں کیسے آئی؟

”بیٹا خدا ہمارا بھلا کرے۔ میں اپنی ہی ایک جہو پٹری میں رہتی ہوں۔“ بڑے سیدھے بھڑے پن سے جواب دیا۔ سفر و عمل کی آواز سن کر میری بھی آنکھ کھل گئی۔ اور حال معلوم کرنے کو اس طرف اشارہ کیا۔ میرا خیال عقائد کوئی گاڑی انٹ گئی ہے۔ مگر یہاں آنے پر معلوم ہوا کہ یہ تو اچھی خاصی رہنمائی کی واردات ہے۔ اب میں لائین کی رہنمائی میں یہ دیکھ رہی تھی۔ کہ رئیسوں میں سے کوئی زندہ بھی ہے یا نہیں۔ کھاتے میں ترمیرے پاس آگئے۔“

یہ کچھ جملے اس کے چہرہ پر کوئی مستتب ثابتی پیدا نہ ہوئی۔ دور کو اس کی صورت قابل نفیٹ اور کمزور تھی۔ تاہم بادی النظر میں وہ اس سادگی سے محروم نہ تھی۔ جو وہاں کی گمنام عورتوں میں پائی جاتی ہے۔ اس کے کپڑے اس کے قسم کے تھے۔ اور سجاوٹ ظاہر وہ کوئی نہایت غریب عورت تھی۔ میریڈیٹھ کو اس کے لفظوں میں صداقت کی یقین آئی۔ دور وہ اس بلان کو صبح ماننے کے لئے تیار ہو گیا۔

واردات بڑے خوفناک ہے، اس نے پریشانی کے لہجے میں کہا۔ ”اور میں نہیں جانتا۔ کہ منیٹ کیا کرنا چاہیے۔ کیا اس میں پہنچاں کے گھرے پر کوئی کبھی نہیں ہے؟“

”بیٹا اس سنسن دراز میں ابھی کہاں۔“ بڑھیا نے جواب دیا۔ ”صرف چند چوہا پٹریں ایک

دوسرے سے بہت فاصلہ پر بنی ہوئی ہیں۔ مگر ان میں میری طرح غریب آدمی رہتے ہیں۔ البتہ ممکن ہے۔ پولیس کے کوئی ٹھوڑی دیر تک اس طرف سے گزریں...

"نو کیا یہ جگہ پہلے ہی بنام ہے؟ میرے بچے نے پوچھا۔

"ہاں۔ ایسی وارداتیں اس سے پہلے بھی کبھی کبھی ہوا کرتی ہیں۔ عورت نے جواب دیا مگر چور ہمیشہ اس کے دے سلخوں پر وار کرتے تھے۔ ایسی بھیانک واردات تو کبھی میرے سننے میں نہ آئی تھی۔ حالانکہ مجھے بھی اس جنگل میں رہتے مدت گزر گئی ہے۔ جن دنوں میرا ستھر۔ خدا سے جنت نصیب کہے۔ زندہ تھا۔ اس وقت سے ہم اس جگہ رہتے ہیں۔ مگر ایسی خوربزی کبھی کاہے کہ سننے میں آتی تھی۔ مگر خیال ہے۔ رہن کسی جگہ سے آکر اس جنگل میں چھپ گئے ہیں۔ مگر اب رہے پولیس بہت جلد ان کا کھوج لگائے گی۔"

میرے بچے اس لمبی تقریر کو چپ چاپ ستارے حقیقت میں وہ اس عورت کی صورت سے اس بات کا اندازہ کرنا چاہتا تھا۔ کہ اس کا بیان کس حد تک قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ وہ اس گوارا بھی میں باتیں کرتی تھی۔ جو دیہات کے اکھڑ لوگوں سے مخصوص ہوتا ہے۔ اس کے لہجے سے میرے بچے کو یقین ہو گیا کہ وہ کوئی غریب مگر شریف عورت ہے۔

"لیکن مائی ان جھوٹوں میں جن کا تم ذکر کرتی ہو۔ کہیں گھوڑا اچھا ل چلے گا؟" اس نے پہلے سے نرم لہجہ میں دریافت کیا۔ میں چاہتا ہوں اس پر سو اور سو کہ اسی گاؤں میں واپس چلا جاؤں۔ جو اس جنگل کے اس بار وار ہے۔"

"گھوڑا اس سے عیاں غریبوں کے پاس گھوڑوں کا ایک کام ابحدت نے چھو لے ہن سے جواب دیا۔ میں جنگل کے لئے سب میری طرح بے زہ ہیں۔ اور ہمارے زندگی بڑی جنگلوں سے بہتر ہے۔ یعنی مرد جنگل سے لکڑیاں توڑا نے ہیں۔ اور ان کی بیچ باج کر گزارا کرتے ہیں۔"

تب کیا کرنا چاہئے؟ میرے بچے نے حالات اضطراب میں کہا۔

اس کی پریشانی نے رتی تھی۔ ایک طرف یہ خوف کہ اگر میں کسی گاؤں کی تلاش میں پہل چلا تو کیا مجھ پر دستیں پھروں گی؟ وہاں کی جانیں۔ انہوں نے پہلے ہی میری طاقت میں کسرت چھوڑی تھی اور اب تو یقیناً زہ نہ بھٹنے دیں۔ اوما گرا سی جگہ ٹھیک رہ پولیس کا انتظار کیا۔ تو یہ اندیشہ کہ رہن پھر اس جگہ رہیں نہ دے جائیں۔ اپنی عمر میں پہلی بار میرے بچے کو وہ راستہ پیش آئی جس نے عقل و فہم کو ہم نہیں کہتے اور دماغ پر فہم کی رہبری سے مفرد ہو جاتا ہے۔ بدن نفسوں سے نہ محال یہ حسیہ میں چھپے تک نہیں

مال وز دفعہ دو - پر داتہ رہا داری تک غائب - سوال یہ تھا کہ دوسرے گاؤں میں پہنچ گیا تو کیا کر دنگا؟ کسی کو اس بات کا یقین دلانا مشکل ہو گا۔ کہ میں ایک انگریز امیر ہوں۔ چلے پڑاؤ پر معلوم ہوا تھا کہ وہ مکان جس میں نو۔ ایم۔ سولے کے گاؤں ٹھہری ہوئی ہے۔ اس جگہ سے قریباً پچاس میل دور ہے۔ سفر جاری رہتا نہ صبح سویرے اس جگہ پہنچنے کی امید تھی۔ ناگہاں رستہ میں یہ افساد پیش آئی۔ اپنی صحبت کیا کم تھی کہ نوکر اور چاہاک سواری کی موت نے اور بھی لہلہ دھڑکن کر دیا۔

دل سے کہنے لگا۔ اس کے سوا کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ سات اسی جنٹل میں سیر کی جائے اگر کہیں سر جیابائے کو جگہ مل جائے تو یہ رات بہ کر کے پھر پھیلے پڑاؤ کو واپس چلا جائے گا۔ وہاں ہمارا درہیمے بچا تھا۔ دل تو امید ہے۔ وہی قنارہ دیمہ قنارہ سے دیکھا جس سے میں منزل مقصود تک پہنچ جاؤں۔ بالضرر ایسا نہ ہو۔ تو کہہ دیتا ہوں کہ۔۔۔ اور اوّل سہتے گی۔ یہ امید بھی بر نہ آئی۔ تو غیر اسی گاؤں میں ٹھہر کر رات کو خود لکھ دیا گا۔ اور اس کے جواب کا انتظار کروں گا۔

اس طرح ایک حد تک غم مضمک کرنے کے بعد وہ پھر اسی ٹھہرا کی طرف مڑا جس کی لائین اس نے فاس سے دی تھی۔

کہنے لگا۔ بڑی بی میرے پاس جتنا مال تھا سارا ادا کر کے گئے۔ اب اگر کوئی مجھ پر احسان بھی کرے۔ تو میں اس کا معاوضہ کیا دے سکتا ہوں؟ ان جھوٹوں کے کہنے والوں میں کوئی خدا کا نیک بندہ ایسا بھی ہے جو بٹکا بھیجے ایک رات کے لئے پناہ دے سکے؟

”کیوں نہیں بیٹا“ بوڑھی عورت نے جلدی سے کہا ”بے شک ہم لوگ غریب ہیں۔ مگر مجھے حجت نہیں ہے۔۔۔“

”افرنی ہے ایسی غریبی پر صد ہزار آفرین ہے۔“ میری طرف سے جوش سے کہا ”تمہارے خیال میں سب سے غریب مجھ پر ہی کس کی ہے؟“

”قریب کی پوچھے ہو۔“ قویری اپنی جہنڑی بھی بہت دور نہیں۔“ عورت نے جواب دیا۔ اگر اس جگہ جیلنا منظور کرو تو جو تھوڑی بہت خدمت ہم لوگوں سے ممکن ہے کریں گے۔ پر اتنا میں پھر کتنی ہوں کہ ہم غریبوں کو صرف اونٹے بستر اور اونٹے زوراک میسر ہے۔ وہ گیا معاوضہ کا سوال۔ تو بیٹا اس کی ہم لوگوں کو جو سستی سے دور قدرت کی زندگی بسر کرتے ہیں کچھ حاجت نہیں۔ جانتے ہوئے شکر یہ کہ ایک لحظہ بھی کہہ دو گے تو ڈیم راکٹ اسی سے خوش ہو جائے گی۔“

”نیکدل! ہم راکٹ میں تمہارا احسان عمر بھر نہ بھولوں گا۔“ میری طرف سے جواب دیا۔ بلکہ اس کا

بھی وعدہ کرتا ہوں کہ چوہنی حالات نے اجازت دی۔ میں نقد معاوضہ پیش کر کے بارہماں کو ہٹا کر سنہ کی کوشش کروں گا۔ مگر چلنے سے پہلے میں ان بد نصیب لاشوں کا غرور کچھ انتظام کرنا چاہیے۔ لکایا نہ ہو، بنگل کے کاروبار پر بندہ یا حسرت الارض لگی بے حرمی کریں۔ تم ذرا لالچین تھامے رہو۔ میں ان سب کو اٹھ کر گاڑی میں رکھ دیتا ہوں۔“

یہ کام ہو چکا۔ تو میری بیٹہ نے کہا: نیک عدت اب چل میں تیرے ساتھ چلتا ہوں۔ رات بہت جا چکی ہے۔ اس لئے تھوڑی دیر آرام کرنا چاہئے۔“

ڈیم راکٹ لالچین دھتے میں لئے لکڑی کے سہارے چلتی آگے آگے ہوئی۔ اور لارڈ آکٹیوین میری بیٹہ اس کے ساتھ ساتھ چلتے گا۔ دنوں کمیشن ایک میل تک گھنے جنگل میں چلتے ہیں۔ مگر جب فاصلہ نے طوالت اختیار کی۔ تو میری بیٹہ کو خیال آیا کہ اگر اس عورت کی چوہنی پڑی اتنی دور واقع ہے تو اوادوں کا شور اس کے کانوں تک کس طرح پہنچا ہو گا۔ یہی سوچ رہا تھا۔ کہ بڑھیا ایک اونے چوہنی پڑی کے دروازہ پر رکی۔ بنگل کی روئیدگی میں یہ جگہ اس طرح چھپی ہوئی تھی۔ کہ اگر کوئی شخص دن کے وقت بھی یہاں سے گزرے۔ تو بالکل پاس آئے بغیر اس کی موجودگی سے خبردار نہ ہو سکتا تھا۔ بڑھیا نے دروازہ کھول دیا۔ اور آکٹیوین اس کے ساتھ چوہنی پڑی میں داخل ہوا۔

یہ جگہ دو حصوں پر تقسیم تھی۔ ایک میں جنگل کی خشک جھاڑیوں اور چری ہوئی لکڑیوں کا مینار تھا۔ اور دوسرے میں جو پہلے کسی قدر بڑا تھا۔ اونے قسم کا متفرق سلمان رکھا ہوا تھا۔ اسی جگہ ایک کونے میں بستر بچھا ہوا تھا۔ اور ایک کھلی ہوئی الماری کے اندر معمولی قسم کی خوراک ہنالت قلیل مقدار میں موجود تھی۔

بیٹا میں اس جگہ ان لوگوں کی عنایت اور مہربانی سے غریبی کے دن پورے کرتی ہوں۔ جو یہاں آس پاس رہتے ہیں۔ ڈیم راکٹ نے کہا۔ وہی جھک لکڑیاں لادیتے ہیں اور انہی کے طفیل زندگی کی باقی ضرورتیں پوری ہو رہی ہیں۔ ان کی بے غرضانہ خدمت اس بات سے ظاہر ہے کہ بارہ چوہنی میں وہیں آتی ہوں تو نیز پڑ پڑ روٹی کا ٹکڑہ۔ پیڑ یا شکار کی قسم سے کوئی چیز پڑی ہوئی باقی ہوں۔ یہ بھی نہ ہو تو خدا معلوم میری زندمان کیسے ہو۔“

”اٹ اکتی مصیبت ناک زندگی! میری بیٹہ نے اپنے آپ کے کہا۔ ہم لوگ جو مال شان شہروں میں عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کلیفوں کو کس طرح محسوس کر سکتے ہیں۔ جو ہمارے غریب بھائیوں کو روح و تن کا دستہ تمام کھنے کے لئے برداشت کرنی پڑتی ہیں۔“

خدا جانتا ہے میں بالکل بچ کر رہا ہوں۔ میری ڈھنگ نے فرشتہ نین سے اٹھتے ہیں کہا۔ پیاری میرے الفاظ میرے دلی خیالات کے ترجمان ہیں۔“

وہ دوفہر نکلیں گئے۔ اور انہیں وہ کچی خوشی محسوس ہوئی جسے الفاظ قہر کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ دونوں دوسرا رخت کے گھنے لے ہوئے تھے۔ یہ خوشی زوہی خستہ تن نازنین کے لئے حد برداشت سے باہر تھی۔ اور اس کا اثر لانا اس کے دل پر ہوا۔ ان حالات سے بے خبر جن میں آکٹیوین لے سے تقاس کر آیا اور جنہوں نے اس کی حاجت میں یہ انقلاب عظیم پیدا کیا تھا۔ اس نے شوہر کے ہر لفظ کو صحیح تسلیم کیا یعنی اسے یقین ہو گیا کہ اس کا اظہار محبت چلے ہے۔ اسکی موجودگی نے اس خیال کی تصدیق کی۔ اور نشہ عجب سے سرشار حسینہ اس طرح بے بس ہو کر رکتے آغوش میں گئی جیسے شاخ بیدہ تیر رفتار ندی کے مصفا پانی پر بہتی جا رہی ہو۔ فرط مسرت سے دماغ میں چکر اٹھ گیا۔ اور قریب تھا کہ وہ اس انتہائی خوشی کو برداشت نہ کر کے بے ہوش ہو جاتی۔ مگر وہ آخر میں اس نے جو اس محل کو تازہ کرنے کی کوشش کی اور کامیاب ہو کر آؤ۔ پیارے پیارے آکٹیوین! اس نے اسکی چھاتی پر سر رکھ کر دم لیکن فرط مسرت سے شیریں آواز میں کہا۔ آج کا دن مجھے غم غصہ کیسے لئے کتنا مبارک ہے! اور ابھی کل... واقعی مجھے سمجھنا چاہیے کہ کل جو گندہ سی تھی اس نے میرے عالم میں ایک قابل رشک خوشگوار تبدیلی پیدا کر دی ہے...“

”کل جو گندہ سی ہے...“ آکٹیوین نے منازحہ ریت سے کہا۔ پیاری زور میں تمہارا مطلب نہیں سمجھتا۔ پیارے کل تمکین کچھ تھی۔ کوئی غصہ بیاری گھٹن کی طرح میرے جسم و جان کو کھا رہی ہے۔“ وہ نے جواب دیا۔ میرا خیال تھا کہ تپ دق کے ہلکے اثرات میرے ہر رگ وریشہ میں ہوتے ہو چکے ہیں۔ اور میں اس دنیا میں فقط چند دن کی مہمان ہوں۔ آکٹیوین تمہاری محبت۔ تمہاری سچی راحت کے لئے میں دست بد عالمی کہ اس جان عزیز کا جلد ترخاقتہ ہو۔ مگر ایک امانت طیب کی تشخیص نے مجھے یقین دلا دیا کہ یہ مستام اندیشہ بطل ہے...“

”اس خوشخبری کے لئے میں قادر و طلق کا صد ہزار رشک یہ ادا کرتا ہوں۔“ میری ڈھنگ نے جوش سے کہا۔ پیاری زوہی جاننا میری مسرت کو سو گنا ترقی دیتا ہے کہ تم ہر طرح صحیح اور تندرست ہو اور فضل ایرز سے عظیمی حاصل کر لو گی کہ تمہارا خطا وار شوہر اپنے عمل سے سچی ہشیانی کا اظہار کر سکے۔ زوہی کیا تم خیال کرتی ہو۔ میں اس بی نظیر قربانی۔ اس ایثار عظیم سے بے خبر ہوں۔ جو تم نے میرے لئے کیا؟ مجھے غصہ نے تم پر بہت سختیاں کہیں...“

جان سے پیارے شوہر۔ خدا کے لئے اس انداز سے گفتگو نہ کرو۔ لیڈی آکٹیوین نے جلدی سے

قطع کلام کر کے کہا: ”تمہاری خوشی برقرار رکھنے کے لئے مجھے اپنی جان تک قربان کرنے سے بیزاری نہ تھا مگر یہ تناؤ...“

”بیاری میں شرم سے آخر تک سب حال تم سے بیان کرتا ہوں“ نوجوان اس پر نے کہا: ”مگر ایسا کرنے میں مجھے کیا کیا نام لےنا پڑتا ہے...“

”میں مجھ گئی، زہرا اشارہ کر سٹینا اسٹین کی طرف سے۔“ زہرا نے کہا: ”مگر آکسیجن مندر کے لئے کوئی ایسی بات نہ کہنا جس سے میں اس عزیز کو لڑکی کو اپنی سچی پہیلی سمجھنے کی بجائے...“

”زو“ نوجوان اس پر نے اندر حسرت سے کہا: ”میں شک نہیں کہ کر سٹینا ہر طرح غیب اور پاک ہے۔ اور اگر ایسی نہ ہوتی تو شاید میں انسان کے چہرہ پر اعتبار کرنا چھوڑ دیتا۔ مگر... اسے ایک اور شخص سے عشق ہے...“

”اور شخص سے؟“ زو نے حیرت اور خوشی کے بھیر میں پوچھا: ”کیا سچ کہتے ہو؟ اب تک جو کچھ میں نے سمجھا وہ کیا غلط فہمی تھی؟...“

”کچھ بھی ہو۔ اس کو ایک اور شخص سے محبت ہے۔“ میریڈ نے قطع کلام کر کے کہا: ”اور اس کا مجھے کمال اور ناقابل رد ثبوت مل چکا ہے۔ بس یہی وہ واقعہ تھا جس نے مجھے خواب راحت سے بیدار کیا جس نے میری فرضی امیدوں کا خاتمہ کر دیا۔ یہ معلوم کیے ہی کہ مجھے کتنا بھاری مشاطہ ہو تھا۔ میں فوراً تمہاری تلاش میں فرانس کو روانہ ہوا۔ کیونکہ میں نے تمہارے قدموں میں گر کر سچے دل سے معافی مانگنے کا عہد کر لیا تھا۔ پیاری زو میں خوب جانتا ہوں کہ تمہیں مجھ سے سچی محبت ہے۔ اور محبت تمام خطا میں بخش دیتی ہے۔“

”آکسیجن۔“ میرا دل کبھی تمہاری طرف سے مکر نہیں ہوا۔“ زو نے جواب دیا: ”اور میں درخواست کرتی ہوں کہ جو وقت گزر گیا۔ اس پر کوئی آفس یا پیشانی طائر کرنے کی حاجت نہیں ہے۔“

”زو تم سچ فرماتے ہو۔“ میریڈ نے پرجوش بھیر میں کہا: ”آہ میں کتنا بد نصیب تھا۔ کہ ایسے نرم اور محبت بھرے دل کو ٹھیس لگانے پر آمادہ ہوا۔ مگر میں عہد کرتا ہوں کہ میری عمر کا باقی حصہ تمہارے لئے سچی خوشی ہم پہنچانے میں بسر ہوگا۔ ایسا کہ نامیرا فرض ہے۔ اور میں اس فرض کو دلی شوق سے انجام دوں گا۔ مگر زو تمہارا یہاں آنا کیسے ہوا؟ کیا تمہاری پہیلی کی شادی ہو چکی اور تم اپنی کے ساتھ جا رہی ہو؟“

”ہاں پیارے شادی کی رسم بے شک ادا ہو چکی۔ مگر تمہیں اس کا حال کیسے معلوم ہوا؟ میں

نے وہ آخری خط جبر میں اس شادی کا ذکر درج تھا۔ صرف چند دن پیشتر کہا تھا۔ اور وہ تمہارے
سے پیشتر لندن نہیں پہنچا ہوگا۔

”یہ ہنس رہے تھے کہ تمہارا خط میری روانگی تک لندن نہیں پہنچا تھا۔“ میرنڈ نے کہا۔ ”مگر یہ
اس شادی کی خبر اتفاقاً ایکٹ اور ڈریس سے مل گئی۔ اس کے بعد اس جگہ تمہاری موجودگی اور
ہٹل کے دروازہ پر سفری کارٹیوں کا نظارہ اس بات کا ثبوت تھا۔۔۔“

”تمہارا خیال صحیح ہے“ لیدی آکٹوین نے تسلیم کیا۔ ”میں واقعی وہاں کے ساتھ جا رہی ہوں
آج ہی صبح میری پیاری بہن کلیرین کی شادی وائیکونٹ ڈیلامر سے ہو چکی ہے۔“
”اچھا اور تمہارے عناوہ اور کون ان کے ساتھ ہے؟“ میرنڈ نے پوچھا۔

”ایک گاڑی میں وہاں وہاں کے ساتھ میں بھیجتی ہوں۔ دو سہری ہیں۔ وہ مجسٹریٹ ہیں۔
نکاح نامہ کی تصدیق کی تھی۔ اور جو اپنی بی بی کے ساتھ محض اس کلام کے لئے فونین بند سے
یہاں آیا تھا۔ یہ شخص الفرد ڈیلامر کا بہت گہرا دوست ہے۔ اور شخص رسم شادی میں حصہ لینے
یہاں آیا تھا۔ اسی گاڑی میں ان میاں بی بی کے ساتھ ایک اور شخص میرنڈ وانا رگا سوا ہے۔ اسے
بھی شادی کی تقریب پر مدعو کیا گیا تھا۔ اگرچہ وہ بعد از وقت پہنچا۔ شادی کے پاس ایک مشربیت
آدمی رہتا ہے۔ اسکی لڑکیوں نے گاؤں کے پادری کی تحریک پر وہاں کی سہیلیوں کا فرض ادا کیا
تھا۔ اور ایم۔ وائلے بھی کچھ عرصہ اسی پرانے مکان یعنی شالوٹین ہی قیام کریں گے۔۔۔ مگر پیارے
آکٹوین تم گہری فکر میں ہو؟ کیا بات ہے۔ کیا سوچ رہے ہو؟“

”میں فقط یہ سوچ رہا تھا کہ ایسے مکمل انتظام میں میری موجودگی خلل انداز راحت ہوگی؟“ آکٹوین
نے جواب دیا۔ ”تمہارے خطوں سے اس دوستی کا حال معلوم ہو گیا تھا۔ جو وائیکونٹ ڈیلامر اور تمہارے
درمیان ہو چکی ہے۔ تم کچھ عرصہ ان کے پاس رہنے کا وعدہ کر چکی ہو۔ اب جدا ہوگی تو انہیں بچہ پہنچے گا۔۔۔
“ مگر جواب دہ نے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ذہن نے سوال کیا۔ پیارے آکٹوین تم خیر نہیں ہو سکتے
بھی پہلے سے ساتھ رہو۔ مگر یہ کہہ سکتے ہو کہ اسکی سچی فحش ہوگی۔ وہ تمام حالات سے واقف ہے۔ اور شاید تم
پر جان کر خفا نہ ہو گے۔ مگر میں نے سب حال اس سے کہہ دیا تھا۔۔۔“

”جان سے پیاری نہ۔ میں تمہاری کسی بات سے خفا نہیں ہوں۔ لیکن خیال آتا ہے کہ یہ بے

مداخلت۔۔۔“

”مداخلت کچھ نہیں۔“ ذہن نے کہا۔ ”بلکہ مجھے یقین ہے کہ وائیکونٹ ڈیلامر بھی تم سے ملکر بہت

خوش ہوں گے۔ اوپر نہیں ساتھ چلنے پر مجبور کریں گے۔ اس جگہ ہمارے قیام بالکل مختصر تھا۔ صرف تازہ دم گھوڑے حاصل کرنے کے لئے آدھ ایک گھنٹہ ٹھہرنا پڑا۔ اس لئے آدھ...

پنپاری زو ٹھہر جاؤ۔ "آکٹیوین نے کہا۔ کل رات جب میں تم سے ملنے آ رہا تھا۔ ایک ہونٹاں جہم کا ترنگاب ہوا وہ تو سچ پوچھا تمہاری آرزو سے دیدنے میری بھان بچالی دہن..."

"اُف! ہائیے آکٹیوین۔ کیا واقعی تم ایسے خطروں سے گزند کمیرے پاس آئے ہو۔" اور یہ کہتے ہوئے وہ اس طرح اس کے سینے سے لگ گئی گو یاد دہانی تھی کہیں وہ پھر مجھ سے جدا ہو جائے۔

میرڈیٹھ نے شکل کے ساتھ کا حال مفصل بیان کیا جسے زونے خوف سے لہہ براندام ہو کر سنا۔ تھوڑی دیر وہ اسی کمرہ میں سچی محبت سے بغلیں رہے۔ اس کے ہیں اس جگہ چلے گئے۔ جہاں دہا دہن اور ان کے دوست جمع تھے۔

زونے اپنے شوہر کا وائیکونٹ ڈیلام اور کلیئرین سے تعارف کر دیا۔ اور دونوں نے اس کا سچی گرجو شہی سے خیر مقدم کیا۔ اس کے بعد باقی حاضرین سے رسم تعارف ادا کی گئی۔ اور اس موقع پر کلیئرین نے زو کو علیحدہ لے جا کر دلی مبارکباد بھی دی۔

آکٹیوین کا تعارف سب سے پہلے دیہاتی مجسٹریٹ اور ایسی بی بی سے کرایا گیا۔ یہ دونوں متوسط العمر نیک نہاد اور نہایت خوش اطوار تھے۔

"اور اب مائی لارڈ۔" وائیکونٹ نے آکٹیوین سے کہا۔ میں آپ کا تعارف اپنے سچے دوست ہیرن ڈامارگ سے کرتا ہوں۔ سبہوں نے مختلف اوقات میں میرے حال پر بے شمار عنایات کی ہیں۔" ہیرن ڈامارگ کا کی عمر قریباً ۴۵ سال۔ قامت و راز اور شکل و صورت وجہ تھی۔ لباس خوش رنگ بال سیاہ اور موچیں صحیح فوجی انداز رکھتی تھیں۔ مجموعی طور پر وہ ایک بارعب آدمی تھا۔ گو اس کے ساتھ اس کے اطوار میں وہ دلکشی اور خوش مزاجی بھی پائی جاتی تھی۔ جو ان کو بہت جلد ہم دلعزیز بنا دیتی ہے۔ تعارف کے بعد اس نے لارڈ آکٹیوین میرڈیٹھ سے بے تکلفانہ گفتگو شروع کر دی اور دونوں بھی باتیں کر رہے تھے۔ کہ نوکر نے حاضر ہو کر گاریوں کے تیار ہونے کی خبر دی۔

جیسا زو کا خیال تھا۔ وائیکونٹ نے لارڈ آکٹیوین سے غوثین ہونٹک ساتھ چلنے کے لئے باصرہ درخواست کی اور کہا وہ بھی آپ ہی کا گھر ہے۔ چند دن ہمارے خاطر سے قیام فرمائیے۔ چونکہ زو کی خوشی بھی اسی میں تھی۔ اور گاریوں میں ایک آدمی کی جگہ بھی خالی تھی۔ اس لئے آکٹیوین کو یہ درخواست ملنے ہی بن پڑی۔

مگر اس نے کہا۔ صاحب میں عجیب رنجیدہ حالات میں آپ کی سعادت کا شریک ہوتا ہوں۔ نہ میرے ساتھ نوکر ہے۔ نہ پکڑا کہ لباس تبدیل کر سکوں۔ یہاں تک کہ وہ روپیہ بھی جو اس وقت میرے پاس ہے۔ ایک دوست نے فرض دیا تھا۔ بات دراصل یہ ہے کہ کل رات قریباً ۴۰ برس کے فاصلہ پر جنگل میں رہنری کی ایک ہولناک واردات ہوئی جس میں میرا نوکر اور دو آدمی جو گھوڑے چلا رہے تھے۔ ہلاک ہو گئے اور میری اپنی جان بچل بچل تھیں۔

اس خبر کو سن کر حاضرین میں سے ہر شخص نے حیرت سے اس عجیب کا کلمہ بلند کیا۔

”میں ڈاکوؤں کے دار سے بے ہوش ہو گیا۔“ اگلی صبح کے سلسلہ بیان جاری رکھ کر کہا۔ اور آخر جب ہوش آیا تو ایک غریب دیہاتن بڑھانے بچھے اپنی جھونپڑی میں پناہ دی۔ توجہ صبح میں اس گاؤں میں پہنچا جو جنگل کے سرے پر واقع ہے اور وہاں کے میسر سے ہنڈی لکھ کر زادراہ کے لئے روپیہ قرض لیا۔“

الفرڈ ڈیلام کے چہرہ سے خوف اور غصہ کے آثار نمودار تھے۔ کہنے لگا۔ کیا ان بد معاش لیڈروں کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا؟

”آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ تین شخصوں کے قتل اور ایک کی سفروصہ ہلاکت کے بعد وہ کوئی نشان چھوڑ کر اپنی سلامتی کو کس طرح خطرہ میں ڈال سکتے تھے۔“

”اس خوفناک جنگل سے ہر کوئی گزرا ہے۔“ وائیکونٹ ڈیلام نے کہا۔

”مگر دن کی روشنی میں خطرہ بہت کم رہ جاتا ہے۔“ لارڈ آکسٹین نے جواب دیا۔ علاوہ بری ہمارے تعداد کافی ہے۔ اور لیڈروں سے اس کی بھی امید نہیں کہ ایک ہولناک حادثہ کے بعد اتنا جلد دوسری کی جرات کریں۔ دراصل میں نے یہ حالات اس لئے بیان نہ کئے تھے۔ کہ آپ رستہ تبدیل کرنے پر مجبور ہوں۔ اور آپ کی سوچی ہوئی تجویزوں میں غلط آئے۔“

”ہمارا ارادہ آج کی رات اس گاؤں میں بسر کرنے کا تھا۔ جو جنگل سے قریباً ۱۰ میل پر ہے واقع ہے۔“ خیر تو اس پروگرام کو بحال رکھئے۔“ لارڈ آکسٹین نے کہا۔ میں ایسا بزدل نہیں ہوں کہ درگزر رستہ بدلے کا مشورہ دوں۔“

علاوہ بری، بیرن ڈیلام گانے گھنٹوں میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ اس گاؤں کے سرے دار کو جو

جنگل سے پر ہے واقع ہے کھانا اور آرام کی جگہ تیار رکھنے کی ہدایت کی جا چکی ہے۔“

غرض آخری فیصلہ یہی ہوا کہ سفر جاری رکھا جائے۔ اور سابقہ پروگرام میں کوئی تبدیلی

باب - ۱۳۱

نقلی نواب

سپہر کے تین بجے گاٹیاں پھر سفر پر روانہ ہوئیں۔ پہلی میں ڈائیکوٹ اور ڈائیکوٹس ڈیپارٹمنٹ اور لارڈ اور لارڈ آکٹوپین میریڈیٹھ سوار تھے۔ دوسری میں بیرن ڈومارنگا آئری میجر ٹریٹ، اس کی بی بی یہ تینوں بیٹھے تین لوگ اور تین عادات جن میں سے دوڑ کے ساتھ تھیں۔ دوسری گلیزین کے۔ مساوی نفسیم کے ساتھ دونوں گاڑیوں کی چھتوں پر سوار ہو گئیں۔ پچھلے تفصیل کے لئے یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ وہ کوئٹ ڈیپارٹمنٹ نے شاہی کی منظوری حاصل کر کے ہی ان گاڑیوں کو فونٹین بنو سے منگایا تھا۔ وہ نہ شائد اس گاؤں میں جو ستائیس کے قریب آباد تھا۔ سواری کا انتظام ہی نہ ہو سکتا۔

مختصر یہ کہ شام کے چھ بجے دونوں گاڑیاں اس گاؤں میں پہنچ گئیں۔ جو اس جنگل کے سرے پر واقع تھا جس میں شب گذشتہ نقل اور رہنری کی واردات ظہور میں آئی تھی۔ جب گاڑیاں سرائے کے آگے پھیری۔ تو معلوم ہوا کہ تازہ دم گھوڑے آگے گھٹنے سے پہلے نہل سکیں گے۔ کیونکہ سرائے دا کے بیان کے مطابق گذشتہ ایک دور و ز سے ان نواح میں گاڑیوں کی خیر معمولی تعداد کا گذر ہوا تھا۔ اور چونکہ فرانس میں اس طرح کے گھوڑوں کی بہر سانی کا انتظام سرکاری اختیار میں ہے۔ اور کوئی شخص ذاتی سرمایہ سے یہ کاروبار نہیں کر سکتا۔ اس لئے وہاں ایسی دقیق بارڈاپیش آیا کرتی ہیں جیسی اس موقع پر ہم اے مسافروں کو پیش آتی۔

مجبوراً سب لوگ ناستہ کرنے سرائے میں چلے گئے۔ مگر چونکہ وہ کوئٹ ڈیپارٹمنٹ اس خیال سے سفر جلد کرنا چاہتا تھا۔ کہ عورتیں بھی بیٹھی اگٹا گئی ہونگی۔ نیز رات کے وقت جنگل سے گزند ناموجب تشویش تھا۔ اس لئے وہ اس تاخیر سے بہت برہم ہوا۔

بیرن ڈومارنگا نے اسے بے چین دیکھ کر کہا۔ ٹھیکرے میں معلوم کرتا ہوں۔ ہمیں ابھی کتنی دیر ٹھیکرنا پڑے گا۔

چلنے میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ میرے لئے یہ انتظار نہایت تکلیف دہ ہے۔ لارڈ آکٹوپین میریڈیٹھ نے کہا۔

”آپ ناصحتکلیف کرتے ہیں جس میری فہمائش کافی ہوگی۔“

”نہیں۔ میرے خیال میں وہ ہم سب کو مضطرب دیکھیں گے تو ضرور کسی انتظام پر مجبور ہوں گے۔“

میرٹھ نے کہا۔ اسی تاخیر سے حد تکلیف دہ ہے خصوصاً اس لئے کہ قانون کسی اور کو گھوڑے بیٹا کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتا۔“

”خیر آپ اصرار کو کھٹھیں۔ تو میں مجبور ہوں۔“ بیرن نے اٹکا کر کہا۔ میری رائے یہی تھی کہ اکیلا ان لوگوں کو سمجھا دیتا۔ کیونکہ ۱۰ اقسام میں افغانستان سے زیادہ یہاں روپے کی ضرورت ہے۔“ اور یہ کہتے ہوئے اپنی اس حسیب کو جس میں ہڈیہ تھا۔ پڑھنی انداز سے دھپ دھپایا۔

”چلئے میں دست بردار ہوتا ہوں۔“ اکیٹین نے اندازاً حلاق سے سر جھکا کر کہا جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا۔ کہ آپ کے اصرار سے مجھ کو کہ میں سناؤ جانے سے باز ہوں گا۔

صاحب مجسٹریٹ ایٹک چپ چاپ اس گفتگو کو سن رہے تھے۔ اب اس میں حصہ لے کر کہنے لگے۔ ”میرے خیال میں بیرن اس نظام کو بہتر کر سکیں گے۔ خصوصاً اس لئے کہ آپ“ یہ الفاظ اس نے لارڈ اکیٹین بہر بدلتے سے مخاطب ہو کر کہے۔ ایک خیر باد کے کہنے والے ہیں۔ اور امید نہیں کہ سرے کے ختم آپ کی باتوں پر توجہ دیں۔“

”اطمینان فرمائیے میں اکیلا ہی سب کام اچھی طرح کروں گا۔“ بیرن ڈار گانے کہا۔ اور وہ کمرے کی خدمت ہوا۔

مگر اس کے جلسے ہی اکیٹین نے آواز دبا کر زور سے کہا۔ تم محو ٹری ویران لوگوں سے باتیں رو میں ابھی واپس آتا ہوں۔ تم گفتگو کرتی رہو گی۔ تو انہیں میری غیر حاضری کا احساس نہ ہو گا۔ یا اگر انہوں نے معلوم ہی کر لیا۔ تو اس پر اظہار حیرت نہ کریں گے۔“

میڈی اکیٹین نے اسی طرح کیا۔ اور میرٹھ نے بے باؤں کمرے سے رخصت ہو گیا۔

اس کے چلے جانے پر زورنے ڈائیکوٹ ڈیلا رہے مخاطب ہو کر کہا۔ ”آپ کے دوست بیرن اس خیر پر بہت بے چین نظر آتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ انہیں اپنے تریبیہی اختیارات پر بہت اعتماد ہے۔“

”وہی بہت بے باک آدمی ہیں۔ اور انہوں نے اہلکاروں کی حیلہ بازیوں کی پڑا نہیں کرتے۔“ غالباً آپ سے اور ان سے بہت عرصہ کی شناسائی ہے۔“ زور نے سوال کیا۔

”ہاں ان کی میری ملاقات قریباً تین سال پیشتر میڈرڈ میں ہوئی تھی۔“ ڈائیکوٹ نے جواب دیا۔ تب ان کی نسبت ایک بڑی مالدار اور حسین عورت سے ہو چکی تھی۔ لیکن اس کے بعد نہ معلوم دفعتاً کیا ہوا۔ نسبت فسخ ہو گئی۔ چونکہ خود بیرن نے اس معاملہ پر سکوت رکھا۔ اس لئے میرے کال کسی کو معلوم نہ ہو سکا۔“

مگر ان کے دوستوں کا خیال تھا کہ اس خاتون کے متعلق کوئی بات ایسی معلوم ہوئی جس کی وجہ سے انہوں نے اس سے شادی ناپسند کی۔ اور خزانہ کی طرف سے نسبت ٹوٹ گئی۔ میڈلر ڈیٹن رہتے ہوئے ایک بار انہوں نے مجھ پر بڑا احسان کیا۔ اور پچ پوچھتے ہوئے دو ایام دن سے ہمدردی دوستی کا آغاز ہوا۔ ایک رات میں اپنے فرانسیسی مہاجر کے مکان سے وہیں آ رہا تھا۔ کہ دستہ میں تین چار بد معاشوں نے حملہ کیا۔ اودیں بیہوش ہو کر گر گیا۔ جب ہوش آیا۔ تو دیکھا کہ بیرن مجھ پر جھکے ہوئے کھڑے ہیں۔ معلوم ہوا کہ انہوں نے میری جان بچائی۔ اگرچہ جتنی سے جوڑاں کی آمد سے پہلے ہی میری جیب سے وہ ہانگٹ بگ نکال کر لے گئے۔ جس میں بہت سے بگ ٹوٹ گئے ہوئے تھے۔ فی الحقیقت آپ کے لئے میں تھوڑی سی دیر بھی مہر جاتی۔ تو وہ لوگ یقیناً مجھے ہلاک کر دیتے۔

بے شک یہ ایسا احسان ہے جسے انسان مدت العمر نہیں بھول سکتا۔ صاحب مجسٹریٹ نے پراہمیت لپی میں کہا۔

”اودیں واقعی نہیں بھولا۔ ڈیٹونٹ دیارم نے جواب دیا۔ اس کے بعد بارسیلو میں ہماری دوسری ملاقات ہوئی۔ درحقیقت میں نے ملک سپن کی بہت سی وسایات کی ہے۔ اور اس کے بڑے بیٹے شہر میں آ رہا ہوں۔ چند ماہ کیلڈینا کے صدر مقام میں مقیم رہا۔ تو اس جگہ بیرن سے ہر روز ملاقات ہوتی تھی۔ ہم دونوں ایک ہی ہول میں مقیم تھے۔ اور اس جگہ رہتے ہوئے ایک ہی طرح کے جرم کا شکار ہوئے۔“

یعنی کیا؟ صاحب مجسٹریٹ نے پوچھا۔

”بات یوں ہوئی کہ ایک مدد بڑا شاندار کلیسیائی جلوس تھا۔ میں دن بھر اسے دیکھنے میں مشغول رہا۔ اور ایک بھی پر کیا موقوف ہے۔ ہول کے سب آدمی اسے دیکھنے گئے ہوئے تھے۔ وہاں پر ٹرنک دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ ٹرنک ٹوٹ اور تھپی سالن غائب ہے! بعد میں خبر ملی کہ میرے دوست بیرن ڈار مار کا بھی چوروں کی دست برد سے نہ بچے۔ بلکہ انہیں مجھ سے زیادہ نقصان پہنچا۔ کیونکہ چوران کا ٹرنک کھول کر مجھ سے بھی تین چار گنا زیادہ نقدی اڑا لے گئے۔ دو تین آدمی سازوں کا بھی یہی حال ہوا۔ مختصر یہ کہ چوروں نے اس جلوس سے خوب فائدہ اٹھایا۔ اور اچھی طرح ٹامچے منگے۔“

مگر ان لوگوں کا ملزخ کچھ نہ مل سکا؟ مجسٹریٹ کی پی بی نے پوچھا۔

”بالکل نہیں۔“ ڈیٹونٹ نے جواب دیا۔ اس کے بعد بیرن سے کوئی بار ملاقات ہوئی۔ مگر ایک واقعہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جو شہر نیپلز میں پیش آیا۔ اس جگہ رہتے ہوئے میرے ایک دوست نے مجھے لاسکالا گرنیڈ تھیر کی ریسرل میں مدعو کیا۔ ہم گئے تو اس جگہ بیرن سے بھی ملاقات ہوئی۔ پہلے

کانا ہوتا رہا۔ اس کے بعد نایح مشرف ہوا۔ نایح چونکہ بالکل نئی قم کا تھا۔ اس لئے نایح کے ڈاکٹر کٹر رہا۔ شکر کو حکم دیا کہ وہ اسی لباس میں ناپائیں۔ جو اس کھیل سے مخصوص تھا۔ رہائشگروں میں ایک بہر معمول خاتون شامل تھی۔ جو ان کاموں میں شوقیہ جھیلتی تھی۔ وہ اپنی گاڑی پر سوار ہو کر آئی۔ نہ اس کے ساتھ دو خادماں بھی تھیں۔ یہ خاتون اپنے ساتھ بیش قیمت الماس کے زیورات کا ڈبہ لایا۔ حق کی نسبت صحیح حال تو معلوم نہیں۔ لیکن میرا گمان ہے کہ یا تو ان زیورات سے اس کو اپنے نو کی نمائش مقصود تھی۔ یا وہ نایح کے ڈاکٹر کو چکا چوند کرنا چاہتی تھی۔ مگر کسی وجہ سے وہ اس پرانے زیورات کو نہ پہن سکی۔ اور اس نے انہیں تبدیل لباس کے کمرہ میں اپنی ایک خادما کے سپرد کر دیا۔ عین اس وقت کہ نایح بڑے دور سے جاری تھا۔ سیٹج کے کچھ ارٹے دفعتاً آگ آگ کی آگاہیں بلند ہوئیں۔ اس شور کو سن کر ایکٹروں کی جماعت اور متعدد حاضرین کا جھنجھٹا منظر تھیں۔ اندازہ عنایت رہا۔ دیکھنے کی اجازت دی تھی۔ جو کیفیت ہوئی اس کا حال ہمارے نہیں ہو سکتا۔ بے شک کسی ملازم کی غفلت سے ایک پردہ کو آگ لگ گئی تھی۔ مگر حالت خطرناک نہ تھی۔ پھر بھی مجھے یاد ہے کہ بعض لڑکیوں کو تو اتنی وحشت ہوئی۔ کہ اسی نیم جہنم حالت میں بھاگ کھڑی ہوئیں۔ بارے مردوں نے اوسان بچال رہ کر جہاں تک ممکن تھا۔ مدد دی۔ لیکن سب سے شامدار خدمت بیرن ڈائراگمانے انجام دیں۔ میرا خیال ہے اگر وہ نہ ہوتے تو سارا ہتھیار جل کر راکھ ہو جاتا۔ اخیر اس حادثہ کا نتیجہ بہت افسوسناک ہوا۔ یعنی جس خاتون کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اس کے الماسی زیورات کا ڈبہ غائب ہو گیا۔ جب آگ بجھی۔ اور ڈبہ تلاش کیا گیا۔ تو کہیں نہ ملا۔ اس سے اس غریب کو جو بے بیخ ہوا وہ محتاج تفصیل نہیں۔ رہ رہ کر جھنجھٹا ہوتا آتی۔ اور خادماؤں کو کوستی۔ مگر سچ بوجھ تو ان کا بھی کیا قصور تھا؟ آگ اس کمرہ کے عین پاس لگی تھی۔ اس لئے شور مچنے ہی وہ اپنی جانیں سلامت لے کر بھاگ کھڑی ہوئیں۔

تھیں کیا ان زیورات کو کچھ حال معلوم نہ ہوا؟

میرے خیال میں نہ ہوا ہو گا۔" نے بے اختیار ہی میں اس خیال کو جو اس کے دل میں غالب تھا۔ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

لیکن حاضرین نے ان الفاظ کو اچھی طرح نہیں سنا۔ چنانچہ پھر میں نے پوچھا۔ یہ کیا کہتی ہو؟
 "مجھے نہیں کچھ نہیں۔" بیدھی آنکھوں میں پڑتے ہوئے کہی۔ جواب دیا۔ "معلوم کوئے الفاظ
 بے اختیاری میں منہ سے نکل گئے۔" مگر یہ کہتے ہوئے اسکی صورت سے عجیب پریشانی ظاہر ہوتی تھی۔

جہاں تک مجھے یاد ہے۔ "سائیکوٹ ڈیلا" نے سلسلہ دستاویز جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "چور تو پکڑے گئے تھے۔ مگر زہدات برآمد نہ ہوئے۔ چنانچہ ایک آدمی جو قیصر ٹریس میں بدلتے کام کرتا تھا اس کی نسبت معلوم ہوا کہ آگ کی آواز بلند ہوتے ہی بھاگ گیا۔ بعد میں اسے گرفتار کر لیا گیا اور گو صحیح حال اس وقت یاد نہیں۔ تاہم میرا خیال ہے کہ متعلقہ شہادتوں کی بنا پر عدالت نے اس کو مجرم قرار دے کر نہایت سخت سزا دی۔"

"مگر خاتون کو اس کے ذیورنل سکے؟ مجسٹریٹ نے ہمدردی کے بھی میں پوچھا۔

"افسوس نہیں، سائیکوٹ ڈیلا رم نے جواب دیا۔ سنا ہے بہت قیمتی تھے۔ لیکن بیرن ڈیلا کا ذکر کرتے ہوئے میں بڑی خوشی سے کہتا ہوں۔ کہ جب کبھی ان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ بڑے حسن اخلاق سے پیش آئے۔ چند دن پیشتر محض اتفاقاً شادی کے پاس مل گئے۔ معلوم ہوا سفر کرتے ہوئے گاؤں سے گزر رہے تھے کہ گھوڑے تبدیل کرنے کو پھیر گئے۔ چونکہ واقعہ میٹلاڈ کے بعد میں نے ہمیشہ ان کو اپنا حق سمجھا ہے۔ اس لئے بعد شوق انہیں شادی میں شریک ہونے کی دعوت دی۔"

"پایس انفروڈ میں بھی تھا ہے دوستوں کو اپنا سچا دوست سمجھتی ہوں، کلیرین نے انداز محبت سے کہا جب سے معلوم ہوا کہ بیرن نے تم پر یہ احسان کیا ہے۔ میں بھی ان کی گردیدہ ہو چکی ہوں۔"

ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ ادھر لارڈ آکٹیوین میریڈیٹھ ساتھیوں سے نظر ہٹا کر میرا سے سے بچے۔ ادھر سائیکوٹ ڈیلا رم کے ایک نوکر سے جو ڈیولڈی میں کھڑا تھا۔ آواز دبا کر پوچھا کہ بیرن سرے سے کون گئے ہیں؟ نوکر نے سفری گھوڑوں کے ٹھکان کا پتہ دیا۔ اور لارڈ آکٹیوین اس سمت میں ہوئے۔ قریب جا کر دیکھا کہ بیرن اس شخص سے باتیں کر رہے ہیں۔ جو ایسے گھوڑوں کا انتظام کیا کرتا تھا۔ آکٹیوین سامنے آنے کی بجائے حق کے سایہ میں چھپ گیا۔ مگر بہت دیر نہ گزری تھی کہ بیرن اس گفتگو کو ختم کر کے ایک طرف چلنے لگا۔ میریڈیٹھ بھی مناسب فاصلہ سے کر پیچھے ہڑلیا۔ بیرن اس راہ کو ترک کر کے جدہرے آیا تھا۔ دیرانہ کی طرف چلا اور اصرل سے قریباً ۲۰۰ گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

میریڈیٹھ اب تاک لے نظروں میں رکھے ہوئے تھا۔ بیرن ڈیلا کا بڑی احتیاط سے چلتا قریباً ایک سو گز آگے بڑھا۔ اور اس کے بعد ہی بجائی۔ اس جگہ ٹرک کے دوریر گنجان درخت تھے۔ میریڈیٹھ چھٹ ان کے سایہ میں چھپ گیا۔ اس کے دیکھتے دیکھتے ایک آدمی درختوں سے نکل کر بیرن

سے آگیا۔ اور دونوں باتیں مہنے لگیں۔ آکٹیوین پستور سایہ میں چھپا ہوا بڑی احتیاط سے قدم اٹھا کر ان سے اتنا قریب پہنچا کہ گفتگو سن سکتا تھا۔ چونکہ اس حصہ میں درخت غیر معمولی گنجان تھے۔ اس لئے بیڑن کا اس کے ساتھی کو اسکی موجودگی کا علم نہ ہو سکا۔ دونوں جو باتیں ہوئیں یا ان کا جو حصہ میریٹھ کے کانوں تک پہنچا، اسکی تفصیل غیر ضروری ہے۔ کیونکہ یہ ذکر مختصر یہ آئے چلائے گا۔ مختصر یہ کہ بہت کم باتیں ہوئیں۔ اور اس کے بعد بیڑن تیز چلنے لگاؤں کی طرف روانہ ہو گیا۔

دوسرا آدمی جس سے یہ پراسرار گفتگو ہوئی تھی سمت مقابل میں چلنے لگا۔ مگر تھوڑا فاصلہ چل کر یکایک اسی طرف جدہرا آکٹیوین چھپا ہوا تھا۔ درختوں کی جانب مڑا۔ میریٹھ اسکی حرکات کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اسے درختوں کی طرف آتے دیکھ کر وہ بھی کمین سے نکلا۔ اور چند قدم چلا کر اس آدمی کے سامنے جا پہنچا۔ اب اس نے بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ پیشکش پستور تلمت۔ خربہ اذم اور لباس سے کوئی وہقان نظر آتا تھا۔ چہرہ پر بھی ایک آثار نہ تھے۔ بلکہ شکل و صورت سے وہ کوئی بے ضرر مردانہ رنج دیہاتی معلوم ہوتا تھا۔ میریٹھ کو اچانک درختوں کے سایہ سے نکلنے دیکھ کر چونکا۔ مگر سنبھلنے نہ پایا تھا۔ کہ آکٹیوین جھپٹ کر اس پر حملہ آور ہوا۔ اور اسے فرش زمین پر گرالیا۔ وہقان صورت اجنبی نے بہت جدوجہد کی۔ بہان تک کہ جیب سے شکاری چاقو نکالنے میں بھی کامیاب ہو گیا۔ اسے کھینچنے نہ پایا تھا۔ کہ میریٹھ نے چھین کر پرے پھینک دیا۔ اتنے میں درختوں کے پیچھے اس طرح کی آوازیں سنائی دیں۔ گویا کئی آدمی دور سے آتے ہوئے کہہ رہے ہیں۔ اجنبی نے چھپنے کی آخری ناکام کوشش کی۔ اس کے بعد جنگل کی پولیس کے دو آدمی میریٹھ کی مدد کے لیے پہنچ گئے۔ اور اسے زیر حراست کر لیا گیا۔

میریٹھ نے آواز دبا کر ان لوگوں سے کچھ کہا۔ جس کے بعد قیدی کو ان کے حوالہ کر کے وہ خود سرائے کی طرف واپس ہوا۔ جدوجہد میں اس کے کپڑے خراب ہو گئے تھے۔ انہیں ہستہ میں بٹھیک ٹھاک کیا۔ اور جہاں جہاں مٹی کے درخت لگ گئے تھے۔ انہیں رومال سے بھی طرح پونچھا۔

سرائے میں پہنچ کر وہ اس کمرہ میں گیا۔ جہاں وہاں اس کے پاس زور کے علاوہ صاحب مجسٹریٹ ان کی بی بی اور میرن ڈمار کا موجود تھے۔ میریٹھ کو آتے دیکھ کر میرن اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور پاس آ کر کہنے لگا معلوم ہوتا ہے میرے دوست کا اطمینان نہ ہوا۔ اور اسے خود گھوڑوں کا انتظام کرنے کے لئے جانا پڑا۔ کیوں۔ میرن گمان غلط ہے کیا؟

”نہیں میں گھوڑوں کے منتظم سے تو نہیں ملایا۔“ لارڈ آکٹیوین نے جواب دیا۔ ”مگر کچھ آپنے کس حد تک کامیابی حاصل کی؟“

بس اب گھوڑوں کو تیار ہی سمجھے۔ بیرن نے تھوڑی دیر کے لئے مہرڈیٹھ کی طرف ایک خاص انداز سے دیکھ کر کہا۔ اور اس کے بعد لاپردائی سے مچھوٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

”بہن ذکیا بات ہے۔ تم اتنی جلدی اور بے چین کیوں ہو؟ کلیرین نے اپنی ہسٹلی کو الگ لیجا کر دلی آواز سے پوچھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے تم کوئی بات چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔ میں سمجھتی تھی اپنے شوہر سے ملکر تمہاری سب کلفتیں دور ہو جائیں گی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے ...“

”بیاری کلیرین“ زونے اسی طرح دلی آواز سے جواب دیا۔ میرا اضطراب ان کے لئے بہنیں ان سے ملکر تو بے حد خوش ہوں۔ بے چینی صرف اس لئے کہ ان کے اشارہ کے مطابق مجھے تم کو ایک حیرت خیز انکشاف کے لئے تیار کرنا ہے ... آہ اگر تم اتنی بے چین نہ ہو ...“

”آہی۔ وہ کیا انکشاف ہے جس کا تم ذکر کرتی ہو؟“ وارننگٹن نے جولہڈی آکٹیوین کے نغموں سے غیر معمولی بے چین ہو گئی تھی۔ حالت اضطراب میں نسبتاً اونچی آواز سے پوچھا۔

ان الفاظ کو سن کر اسفرڈ اسکی طرف مڑا۔ اور اس نے دیکھا کہ زد کے چہرہ سے ٹکراؤ پر کلیرین کی صورت سے خوف و اضطراب ظاہر ہو رہا ہے۔

”بیاری کیا کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے؟“ اس نے ان کی طرف نظر محبت سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ آہ۔ میں سمجھ گیا۔ تم دونوں شاید جنگل کے سفر سے ڈرتی ہو ...“

”اور ایسا ہونا قدرتی ہے۔“ لارڈ آکٹیوین نے قطع کلام کر کے کہا۔ پھر بیرن ڈاماگا کی طرف مڑ کر کہنے لگا۔ غالباً آپ بھی کم حوصلہ عورتوں کو اس خیال سے خوف زدہ ہونے پر قابل معافی سمجھتے کہ عقرب انہیں اسی جگہ سے گدزنم ہے۔ جہاں کل رات ایک ہولناک واردات ہوئی تھی۔“

بیرن نے آکٹیوین کے چہرہ کی طرف بھی نظروں سے دیکھا۔ پھر کہنے لگا۔ میرے خیال میں تو خوف زدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اور غالباً آپ نے بھی تھوڑی دیر پیشتر ہی کہا تھا ...“

”مگر میرے خیال میں“ صاحب مجسٹریٹ نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے پراہیت لہجہ میں کہا۔ چند سپاہی ساتھ لئے جاتیں تو کیا حرج ہے؟ ہم سب جانتے ہیں اور غالباً لارڈ آکٹیوین میرڈیٹھ کو بھی معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ ایم دانسن نے اپنی بیاری بیٹی کو بہت شاندار جہیز دیا ہے۔ اور ایک بیش قرار رقم کے نوٹ اور طلافی سکے بھی ...“

”بس اتنے بھی دو۔“ تم قیہ اس طرح باتیں کرتے ہو گویا ہر شخص ان حالات سے واقف ہے۔“

مجسٹریٹ کی بی بی نے قطع کلام کر کے کہا۔ حالات نامہ ہمارے دوست بیرن ڈاماگا ان باتوں سے بالکل بے خبر

ہیں۔ کیونکہ وہ آج ہی صبح شاٹلیس داروہے تھے۔ اگرچہ نکاح نامہ پر کل شام دستخط ہو چکے تھے۔
 ”خیر تو طہیمان فرمائے کہ میرے دوست برن ان حالات سے لاعلم نہیں ہیں۔“ ڈائیگنٹ ڈیلام
 نے جواب دیا۔ ”آپ چونکہ میرے دیرینہ محسن ہیں اس لئے میری کوئی راز ان سے پوشیدہ نہیں رہنا چاہیے۔
 دن بھر تحریک کاؤں میں ان سے ملاقات ہوئی تو انہیں شادی میں شامل ہونے کی دعوت دیتے ہوئے
 میں نے اس کا بھی ذکر کیا تھا۔ کہ میرے لائق تعلیم خسر شادی کے موقع پر خوب جی کھول کر جہز دینے
 کا ارادہ رکھتے ہیں۔“

چلو جانے دو۔ اس بحث سے حاصل کیلئے کہ چیز کا حال کے معلوم ہے اور کے ہنسی، آج صبح
 مجسٹریٹ نے بے صبری سے کہا۔ ”پہلی گاڑی میں چونکہ روپیہ کی بیش قرار رقم موجود ہے۔ اس لئے مناسب
 یہی ہے کہ پولیس کے چند آدمی بغرض حفاظت ساتھ لے جائیں، ہمیں پہلے ہی اس جگہ بہت دیر ہو
 گئی ہے۔ اور رات کی تاریکی چاروں طرف پھیلی جا رہی ہے۔۔۔“

صاحب مجسٹریٹ ابھی یہ کہہ رہے تھے۔ کہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس نے حاضرین میں سنی
 پیدا کر دی۔ یعنی برن ڈاناک گارو سے باہر جا رہا تھا۔ کہ لارڈ آکٹیون میرٹھ نے آگے بڑھ کر اس کا بازو
 پکڑ لیا۔ اور بلند آواز سے کہنے لگا۔ ٹھہرے۔ آپ ابھی نہیں جا سکتے۔“

برن کا ذنگ فق ہو گیا۔ اور وہ اس طرح لوٹ کھڑا گیا کسی غیبی ہاتھ نے اسکو پرورد کر رکھا۔
 کیا ہو۔ مگر فضا اوسان بجا ل کر کے اس حالت میں کہ چہرہ غصہ سے سرخ ہو رہا تھا۔ اس نے بڑے سخت آئینہ
 لہجہ میں کہا۔ ”مائی لارڈ آپ کا سلوک اتنا شرمناک اور گستاخانہ ہے۔۔۔“

”دیکھیے ابھی معلوم ہو گا۔ کہ میرا سلوک کیسا ہے۔“ آکٹیون نے جوت سے کہا۔ اور اس نے برن کے
 ہاتھ کو بدستور مضبوطی سے پکڑے رکھا۔ مگر اب اسکی نگاہوں سے نفرت اور حقارت کے ساتھ عزم محکم
 کا اظہار ہوتا تھا۔

”مائی لارڈ۔ ٹھہرے۔ آخر بات کیلئے؟“ ڈائیگنٹ ڈیلام نے تیزی سے آگے بڑھ کر پوچھا۔
 ”بیاری کلیرین۔“ زونے اپنی سہیلی کو ایک طرف لے جا کر کہا۔ عنقریب ایک ہونٹاں ٹکٹاں
 ہوا چاہتا ہے۔۔۔“

”مائی لارڈ میں ایسی دلانا رہنے لکھی کا عادی نہیں ہوں میرا ہاتھ چھوڑ دو۔“ اور یہ کہتے ہوئے
 برن ڈاناک گارو نے زونے لارڈ آکٹیون کو جھٹک دینے کی کوشش کی۔

مگر الفاظ بھی اس کے منہ میں تھے کہ زونہ پر بھاری قدموں کی چاپ سنائی دی۔ دروازہ

کھلا اور تین چار سپاہی کرہ میں گھس آئے۔ جہنوں نے فوراً مارن ڈال مار کا کوزہ حراست کر لیا۔
 گئے جاؤ قیدی کو حوالات میں لے جاؤ۔“ لارڈ آکٹیوین نے سپاہیوں کو حکم دیا۔ اس قاتل کی موجودگی
 سے ہوا بھی ناپاک ہوتی ہے۔“

”قاتل! ڈائیکوٹ ڈیپارٹمنٹ نے انداز حیرت سے کہا۔ نہیں۔ غیر ممکن! مگر یہ کیا دیوانگی ہے؟...
 معلوم ہوتا ہے کوئی بھاری غلط فہمی ہوئی ہے؟... بھڑو! اور یہ کہتا ہوا وہ ان سپاہیوں کو روکنے کے
 لئے آگے بڑھا جیرن کو گرفتار کر کے لئے جا رہے تھے۔“

”ڈائیکوٹ“ میریڈیٹ نے پرجوش لہجہ میں کہا۔ آپ نہیں جانتے اس شخص نے آپ کے اعتماد سے
 کس طرح نا بھارتیہ فائدہ اٹھایا ہے۔ ایک مولناک سازش آپ کے خلاف حمل میں لائی جا رہی تھی۔ شکریہ
 کہ آپ اس سے بال بال بچ گئے۔ ذرا اس بدمناس کی طرف دیکھیے۔ اس کی ہر ایک حرکت اس کے
 جرم کا پتہ دیتی ہے۔ لے جاؤ اس موذی کو فوراً یہاں سے لے جاؤ۔“

بنادی پیرن اب نہایت سبے چین اور خوف سے ہتھ پھرتا کانپ رہا تھا۔ افسران پولیس اس کو
 گھسیٹے ہوئے ساتھ لے گئے۔ مگر اس کے چلے جانے پر حاضرین کی عجیب حالت ہوئی۔

کلیئرین تولارڈ آکٹیوین کے منہ سے قاتل کا لفظ سننے ہی خوف سے چیخ مار کر ایک صوفے پر بیٹھ
 ہو گئی۔ مگر رونے جو پاس ہی تھی۔ اس کے لئے ہر قسم کی ضروری امداد دیا کی۔ صاحب مجسٹریٹ کی بی بی انداز
 ہیبت سے تنہا کے ساتھ پٹ گئی۔ اور خود صاحب موصوف فرضی پیرن کی طرف بہت دیر تک نگاہ خوف
 سے دیکھتے رہے۔ ڈائیکوٹ ڈیپارٹمنٹ اب تک تصویر چریت بنا کھڑا تھا۔ آکٹیوین نے اسے ایک طرف سے
 جا کر چھٹی سے چند لفظ اس کے کان میں کہے۔ جنہیں سن کر اس غریب کو جو پریشانی ہوئی اس کا حال محتاج
 بیان نہیں رہا۔ ہونے میں بھی عجیب ہنسی پیدا ہو گئی تھی۔ جس کا اثر پرے گاؤں تک پھیل گیا جسے کہ شخص
 کے منہ پر یہی بات تھی کہ شب کو شہر کو نکل جائیں۔ ہنرئی اور قتل کی جو ہولناک واردات ہوئی تھی۔ اس کا اثر
 گرفتار کر لیا گیا ہے۔

آفرجیب حاضرین میں قدمے سکون ہوا۔ تولارڈ آکٹیوین میریڈیٹ نے سب حال بیان کرنا
 ضروری سمجھا۔ کس طرح ڈیپارٹمنٹ کی جہنم پڑی ہیں اس کے جنہات کو توقیت ہوئی۔ اور کس طرح وہ راہ فرما
 نہ پا کر اسی جگہ سے پرجبور ہوا۔ یہ سب کچھ اس نے مفصل بیان کیا۔ اور اس کے بعد ہنرئیوں کے
 سرخونہ کی آمد اور اس کو کھڑی میں جہاں وہ لیٹا ہوا تھا۔ آکر چرخ کی روشنی میں یہ دیکھنے کا حال بھی کہا
 کہ وہ جاگ رہا ہے یا سو گیا۔

”مگر حقیقت میں میں سویا نہیں بلکہ نیمہ کا پہا نہ کر کے چپ چاپ لیٹا ہوا تھا۔“ اس سے سلسلہ داستان جاری رکھ کر کہا۔ ”اس شخص اور ڈیم راکٹ میں جو باتیں جوئیں وہ سب تو میری سمجھ میں نہ آسکیں بہر حال میں نے اتنا ضرور دیکھ لیا کہ دونوں کسی گہری سازش کی کچھری پک رہی ہے۔ ایک بات کو بچے سخت تعجب ہوا۔ یعنی اس کی گفتگو میں عجیب شستگی اور سلاست پائی جاتی تھی۔ اور اس کے لب لہجے سے کوئی شخص معلوم نہ کر سکتا تھا کہ وہ ایک سیاد کار بہ معاش ہے۔ ڈیم راکٹ سے باتیں کرتے ہوئے اس نے یہ بھی کہا تھا۔ کہ کل ہمارے پاس ایک خاص کام ہے۔ اس نے جنگل میں گھات لگا کر وہاں تک حملہ کرنے کی تجویز پیش کی۔ اور کہا کہ اس موقع پر بڑی دلیری اور استقلال سے کام لینا ہوگا۔ کیونکہ گارٹیوں کی تعداد ایک سے زیادہ ہوگی۔ اور کئی شخصوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس کے بعد چند منٹ وہ دہلی آواز سے باتیں کرتا رہا جنہیں میں بالکل نہ سن سکا۔ جب اس شخص نے دوران گفتگو میں ایم۔ دلنے اور ان کی میچ کے نام لئے تو انہیں سن کر مجھے جھنجھٹ ہوئی۔ اس کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں میں ابھی طرح جانتا تھا۔ کیہ یہی وہ عنایت فرما دوست ہیں جن کے مکان پر میری بی بی نو ان دونوں مقیم تھے ”بمعاش!“ وہ ایک کونٹ ویلام نے جوش سے کہا۔ ”انہوں میں اس آدمی کو سا لہا سال تک اپنے بہترین دوستوں میں شمار کرتا رہا۔ لیکن آگے کہئے۔ ہم لوگ سارا حال سننے کو بے چین ہیں۔“

”تھوڑی دیر دہلی آواز سے گفتگو کرنے کے بعد“ آکٹوپس نے سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہا۔ ”اس آدمی نے ڈیم راکٹ سے اونچی آواز میں باتیں کرنی شروع کیں۔ اور اب اس نے آپ کا نام بھی دیا۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا۔ کہ آپ کی شادی ایم۔ دلنے کی دختر سے قرار پا چکی ہے۔ اور رسم شادی آج ادا ہوگی جس کے بعد آپ لوگ جنگل سے گزرنے کو ٹھنڈی بلو کی طرف جائیں گے۔ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اس بمعاش کو کسی طریقہ پر پتہ لگ گیا ہے۔ کہ اس موقع پر آپ کے پاس بے حساب نقدی اور مہلک ہتھیار ہوں گے اتنے میں اس کی آواز مدہم پڑ گئی۔ اور میں اتنا ہی سن سکا۔ کہ وہ مزہز موقع پر موجود ہوگا۔ لیکن یہ سمجھ میں نہ آیا کہ آیا وہ راہ میں حملہ کرے گا۔ یا آپ لوگوں کے ساتھ مل کر رہے گا۔ اس نے بعض اور ہدایات بھی دیں جن سے معلوم ہوا کہ اس جماعت کا ایک آدمی مولن نامی سڑک پر موجود ہوگا۔ بلکہ وہ اپنے سرور سے مشورہ کرنے اور ضروری ہدایات لینے کو وگرنہ ممکن ہو سکا۔ تو تانلو کے پاس بیٹنے کی بھی سوجش کرے گا۔ میرا خیال ہے۔ اس بمعاش کو اس وقت تک آپ کی تحویروں کا بہت ناگاہی علم تھا۔ یعنی وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ آپ لوگ کس وقت جنگل سے گزریں گے۔ احتیاطاً اس نے یہ انتظام کیا۔ کہ اس کے آدمی قبل از وقت جمع نہ ہوں۔ اور اسی لئے مولن کوچہ دیر پہلے مزید ہدایات

حاصل کرنے اس کے پاس آیا۔ ڈیم راکٹ کا فرض اس تجویز کی تکمیل کے متعلق یہ تھا کہ اس جماعت کے آدمیوں کو ذرا غرور و پیغام دے۔ غرض جب آپ دیکھ سکتے ہیں۔ اس خوفناک تجویز کی کامیابی میں کئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا تھا۔ مگر اس شخص کی ڈیم راکٹ سے جس قدر باتیں ہوئیں سان کے دوران میں بڑھانے ایک بار بھی اسے نام لے کر مخاطب نہ کیا تھا۔ نہ دروازہ میں کوئی ایسا سوراخ ہی تھا جس سے میں اس کی صورت دیکھ سکتا۔ دو بار میری کوکھڑی میں آیا۔ دوسرے مرتبہ چراغ کو میرے چہرہ کے پاس لاکر معلوم کرنے کی کوشش کی۔ کہ میں سوتا ہوں یا جاگتا۔ مگر میں نے اپنی آنکھوں کو ابھی طرح بند رکھا۔ کیونکہ میرے جاننے کا موقعہ دیا نہیں جانتا تھا۔ کہ میں داخلہ میں بیٹا ہوں۔ میں چونکہ ہنستا اور وہ پسے دیریں سلجھتا تھا۔ اس لئے اگر تقابذ کی نوبت آتی۔ تو میں ضرور ہلاک ہوتا۔ ان حالات میں جب یہ وہ چہرہ ٹیڑھی سے رخصت ہوا۔ تو میں اس کی صورت یا نام سے بالکل نا آشنا تھا۔

”مگر خیال تو کیجئے آپ۔ کہ کینے خوفناک حالات میں رات بسر کرنی پڑی۔“ وائیکوٹ ویلارم نے کہا اور اسی قسم کے اٹھانے باقی حاضرین کے منہ سے بھی نکلے۔ زور بھی ان خطرات کا اندازہ کر کے کاہنے لگی۔ جو اس کے شہر کو دست میں پیش آئے تھے۔

”صبح دم جب میں اس چہرہ ٹیڑھی سے رخصت ہوا۔ آکٹوبین نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا ”تو میں نے کسی حرکت یا فعل سے یہ ظاہر نہ ہونے دیا۔ کہ میں نے اس گفتگو کو جو ڈیم راکٹ اور اس شخص میں ہوئی تھی۔ مناسبہ جنگل کی شرک پر چلتے ہوئے سستہ میں پولیس کی جماعت مل گئی۔ اس سے میں نے سب حال بیان کیا۔ نوادہوں نے کہا۔ کہ معاملہ بہت سنگین ہے۔ ملازموں اور ان کے سرغنہ کی گرفتاری میں بڑی احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ چونکہ میں اس جماعت کے کسی آدمی کا نام نہ جانتا تھا۔ اور پولیس کے شبہات بھی غیر مصدقہ تھے۔ اس لئے ایسی چال تجویز کرنی پڑی جس سے دو گونہ نتائج حاصل ہوں۔ یعنی ایک تو معلوم کیا جائے۔ ان لوگوں کا سرغنہ کون ہے۔ دوسرے اس جماعت کے باقی آدمیوں کو جمع ہونے کا موقعہ دیاجائے کہ سب کی گرفتاری ایک ساتھ عمل میں آسکے۔ اس وقت تک ہمیں یہ بھی معلوم نہ تھا۔ کہ ان لوگوں کے جمع ہونے کا وقت کونسا ہے۔ خیر میں انکار ان پولیس کے ساتھ گاؤں کے میئر کے پاس گیا۔ اور آخری فیصلہ یہ ہوا کہ حالات کے مطابق کوئی تجویز انشیا کی جائے۔“

اس جگہ آکٹوبین دم لینے کے لئے رکا۔ اس کے بعد کہنے لگا۔

”میں اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔ اور میز انشیاں تھا کہ آپ لوگوں کے روانہ ہونے سے پہلے شاید میں پہنچ جاؤں گا۔ مگر حالات اور ہی پیش آئے۔ سرائے میں جب رات سے ملا۔ تو میں نے اس سے

پوچھا۔ اس جماعت میں کون کون شامل ہے۔ اس نے سیکے نام لئے۔ تو اب سوال پیدا ہوا۔ کہ ان میں وہ سیاہ کار بد ساحت کون ہو گا جس نے شب گذشتہ کی واردات میں حصہ لیا تھا۔ قدرتی طور پر میرا شک برین ڈاندا کا پر ہوا۔ پھر بھی میں فوراً یہ رائے قائم نہ کر سکتا تھا۔ کہ اصلی مجرم وہی ہے۔ میں نے دوسرے سب حال بیان کیا۔ مگر ساتھ ہی تاکید کی کہ وقت سے پہلے کسی سے ذکر مت کرنا۔ کیونکہ ڈر تھا اگر بات پیش از وقت منہ سے نکل گئی تو آپ اپنے جوش کو قابو میں نہ کر سکیں گے۔ کم از کم آپ کا غصہ نگاہ سے ضرور نمودار ہو گا۔ اور غرضی سرین جو قیافہ شمس بھی ہے۔ یہ معلوم کرتے ہی کہ اس پر شک کیا جاتا ہے فرار ہو جائے گا جس سے عمل انصاف ناممکن رہ جائے گا۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ خود میرے لئے ضبط کرنا کتنا دشوار تھا۔ خصوصاً اس وقت جب برین کا سامنا ہوا میں نے اس کی صورت دیکھتے ہی جان لیا۔ کہ وہ مجھے دیکھ کر بہت ڈر گیا ہے۔ اس میں شک نہیں اس نے بھی انتہائی ضبط سے کام لیا ہو گا۔ بہر حال اس کے چہرہ کی تبدیلی گواہیوں سے پوشیدہ رہی تاہم مجھ سے نہ چھپ سکی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے اس نے رفعتِ رفعت یہ سمجھ لیا۔ کہ میں اس کو پہچانتا نہیں۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ میرے ہوتے ہوئے وہ اپنی شیطانی تجویز کی تکمیل کے لئے ٹھیکر جاتا۔ بعد ازاں جب میں نے اس کی آواز سنی۔ تو اس سے میرے شبہات کو اور تقویت ہوئی۔ کیونکہ آواز وہی تھی جو میں نے ڈیم راکٹ کی جھونپڑی میں بوقت گفتگو سنی تھی۔ اب میں نے اس بات کا ارادہ کر لیا کہ اس آدمی کی نقل و حرکت کی ضرور نگرانی کرنی چاہئے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ جب وہ گھوڑوں کا انتظام کرنے کے بہانے سے جا رہا تھا۔ تو میں بھی اس کے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گیا۔ اس جنگ یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ گھوڑے حاصل کرنے میں جو تاخیر ہوئی۔ وہ محکمہ پولیس کی طرف سے عمل میں لائی گئی تھی۔ اور وہیں سے گھوڑوں کے ہتھم کو یہ ہاست ہوئی تھی۔ کہ وہ قصداً گھوڑے مہیا کرنے میں دیر کرے۔ تاکہ رہنروں کی اس جماعت کے گرد وسیع جلال پھیلا یا جا رہا تھا۔ وہ اچھی طرح پھیل جائے۔ اس کے بعد آپ کو معلوم ہی ہے۔ کہ برین نے میرے جانے پر کتنا اعتراض کیا۔ میں اس خیال سے دب گیا کہ ایسا نہ ہو اس کے دل میں قبل از وقت شبہات پیدا ہو جائیں لیکن جب چلا گیا۔ تو میں بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔ اور درختوں کے سایہ میں چھپ کر وہ باتیں سنیں جو اس کے اور اس کے نائب مولن کے درمیان ہوئی تھیں۔ خوش قسمتی سے حالات بہ طرح موافق ثابت ہوئے نقی برین نے مولن کو حکم دیا کہ تم فوراً جاکر جماعت کے آدمیوں کو جو پہلے سے جنگل میں جمع ہوئے گئے۔ ہدایت کر دو۔ کہ جلد سے مقام میں تھوڑی تبدیلی کر لیں۔ اس خیال سے کہ رات کی تاریکی اچھی طرح پھیل جائے۔ یہ فیصلہ

کہا گیا۔ کہ حملہ بھڑی اور آگے چل کر ہو۔ اس گفتگو کے بعد دو نو جد اہوئے۔ لیکن میں فوراً مولن کو کپڑا لیا۔ اور اس طرح وہ پیغام جسے وہ اپنے ساتھیوں کے پاس لے جا رہا تھا نہ پہنچ سکا۔ پولیس کے دو آدمی اتفاق سے ادھر آئے۔ اور میں نے قیدی کو ان کی حراست میں دیتے ہوئے سارا حال بیان کر دیا۔ ایک آدمی تو باقی حملہ کو یہ اطلاع دینے چلا گیا۔ کہ سب ڈاکو جنگل میں جمع ہیں۔ انہیں ایک ساعت زرخیز لے لینا چاہئے۔ دوسرے نے جس کی حراست میں مولن تھا۔ کہا کہ میں اسے حواالت میں لے کر چند آدمی ساتھ لانا ہوں کہ ان کے سرغنہ مصنوعی ہرین کو بھی گرفتار کر لیا جائے۔ مولن اور اس کے سردار میں جو باتیں ہوئی تھیں۔ ان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اول الذکر نے مشاوٹ کے پاس جاکر کسی پوشیدہ مقام پر تمام ضروری ہدایات حاصل کر لی تھیں۔۔۔

معلوم ہوتا ہے اس بد معاش نے دوست بن کر میرا پروگرام معلوم کرنے کے بعد اس کا حال اپنے ساتھی سے کہہ دیا۔ "ڈائیکٹ ڈیلرام نے کہا۔

"آپ کا خیال صحیح ہے۔" لارڈ آکلیڈین نے جواب دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر مولن تیزی رفتار سے ڈیم راکٹ کے پاس پہنچا۔ اور اس کو مفصل ہدایات دیں۔ پھر یہ معلوم کرنے دوبارہ اپنے سردار کے پاس گیا۔ کہ سابقہ پروگرام میں کوئی تبدیلی تو نہیں ہوئی۔ بس ہی سارا حال تھا جو آپ کے بیان کر دیا گیا اور اگر میں نے آتے ہی اس آدمی کی اصدیت ظاہر نہیں کی۔ تو جیسا آپ سمجھ سکتے ہیں۔ مصلحت یہی تھی۔۔۔"

"کچھ تک نہیں۔ کہ آپ نے جو کچھ کیا وہ ہر طرح مناسب تھا۔" ڈائیکٹ ڈیلرام نے تسلیم کیا۔ مگر پھر اُسے میرے دل میں ایک اور خیال پیدا ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس سے پہلے بھی اس شخص نے دوستی کے پردہ میں مجھ پر کئی وار کئے۔ اور حقیقت میں وہ جرم جو اُنوں سے منسوب کئے گئے۔ اسی کے تحت کیا عجیب ہی اس جماعت کا سرغنہ ہو جس کے آدمیوں نے میڈیٹریں مجھ پر قائمانہ وار کیا تھا اور بعد میں کسی مصلحت سے میری مدد کر کے دوستی کا بہانہ پیدا کر لیا ہو۔ اسی طرح عین ممکن ہے کہ بارسیلونا کے ہوٹل میں اسی نے چوری کی وار دہیں کی ہوں۔ اور اسی نے نیپلز کے قہقہہ میں راقصہ کے زہرات چرائے ہوں۔ ناں اور اب جو میں سوچتا ہوں۔ تو خیال آتا ہے کہ ہسپانوی خاتون کے ساتھ اس کی نسبت فحش مہوئی وجہ نااہلی یہ بھی کہ اس خاتون میں کسی طرح کا عیب تھا۔ بلکہ میرا گمان ہے کہ جب اسکو اس آدمی کی اصدیت معلوم ہوئی۔ تو اس نے خود ہی قلعہ توڑ دیا۔"

"آپ کا خیال بالکل صحیح ہے۔" لارڈ آکلیڈین نے جواب دیا۔ ایسے نامی بد معاش سے کوئی بات

غیر ممکن نہیں ہو سکتی لیکن خیر معاملہ ختم ہوا۔ اب آئے سفر شروع کریں جس شہر میں آپ پہلے پھیرنا چاہتے تھے وہ اس گاؤں سے چند ہی میل کے فاصلہ پر ہے، جہاں میں نے واردات کی خبر حکام کو دی تھی۔ اور میرا خیال ہے کہ قیدیوں کے بیانات اسی شہر میں لکھے جائیں گے۔

اس کے بعد سفر شروع ہوا، مگر جنگل میں کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہیں آیا۔ رستہ میں خبر ملی کہ سپاہیوں نے ڈیم راکٹ سمیت باقی مٹیروں کو بھی گرفتار کر لیا ہے۔ گویا لارڈ آف کیٹین کی تجویز ہر طرح مکمل ہوئی۔ اور اس کی دوراندیشی سے ہنزوں کی پوری جماعت زبردست کر لی گئی۔

باب ۱۳۲۔

وام قریب

میریڈیہ کا خیال صحیح تھا۔ قیدیوں کے بیانات قلمبند کرنے کا انتظام اسی قصبہ میں کیا گیا جس کا اس نے وائیکونٹ سے ذکر کیا تھا۔ رہن نقداد میں ۱۲ کے قریب تھے جو اس خطرناک جنگل میں غریب، بکڑاڑا اور کھجس میں رہتے اور بظاہر شہرت اور امن کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس خطرناک جماعت کا مستطیم ڈامار گا تھا۔ اور اس کی سرکردگی میں سب وارداتیں اس احتیاط اور دوراندیشی سے ہوتی تھیں کہ اب تک پولیس کو ان کے خلاف قطعاً شبہ نہ ہوا تھا۔ بارٹا یہ لوگ لوٹ مار کرنے دور دراز مقامات پر چلے جاتے۔ مگر چونکہ جنگل کے ایسے مقام پر آباد تھے۔ جہاں ان کی موجودگی یا عدم موجودگی کا کسی کو علم نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے ان کی آمد و رفت چھپی ہوئی تھی۔ اور دیہاتی پولیس اس نقل و حرکت سے اس لئے بے خبر تھی۔ کہ وہ ہر نہ میں صرف ایک دوبار ان مقامات کا گشت کرتی تھی۔

ممکن ہے ناظرین میں سے کوئی صاحب اعتراض کریں کہ جب ان لوگوں کو جنگل میں رہنے ہوئے احتیاج و خلاص ہی کی زندگی بسر کرنی پڑتی تھی۔ تو اس لوٹ مار سے فائدہ کیا تھا؟ اور ڈیم راکٹ ایسی ہر ہر عورت کو اس جماعت کی شرکت سے کیا نفع حاصل ہو سکتا تھا؟ اس کے جواب میں ہم سائن کر دینا چاہتے ہیں کہ جب ان لوگوں کو گرفتار کیا گیا۔ تو خانہ تلاشی پر ہر ایک کے گھر سے بے شمار نقد ہی برآمد ہوئی۔ اور بہت سی اجائز شہر میں بھی بکری گئی۔ اس کے علاوہ ان کے گھر میں خوراک کی اونیچہ چیزوں کی بجا مکلف الوان نعمت پائے۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ:

لوگ افلاس و محبت کے پردہ میں عیش و تنعم کی زندگی بسر کرتے جتن اڑاتے اور اس بات سے ہر طرح خاش اور مطمئن رہتے۔ کہ کوئی اس پر سراسر خوشحالی کو دیکھ کر شک و حسد نہیں کر سکتا۔ نہ ہماری نسبت کوئی شبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ عیش و آرام کی زندگی بسر کرنے کے علاوہ یہ لوگ بے حساب دولت کے مالک تھے۔ اور ان کا سفر خزانہ مارا جاتا ہمیشہ ان سے کہا کرتا تھا۔ کہ جب تم لوگ کافی روپیہ جمع کر لو گے۔ تو ہم کسی دور و دراز مقام پر جا کر باقی زندگی عیش و آرام سے گزارینگے۔ معلوم ہوتا ہے۔ وائیکونٹ ڈیلام اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کرنے کی تجویز حقیقت میں اس سلسلہ کا آخری معرکہ تھی۔ اور چونکہ اس ذریعہ سے بہت سارے زوال یافتہ اتنے کی امید تھی۔ اس لئے جماعت کے اکثر آدمی اس سے فارغ ہوتے ہی کسی طرف بھاگ جانے کو تیار ہو چکے تھے۔ مگر لارڈ آکٹیون میریڈ کی فرست و دوراندیشی سے ان کی امیدیں خاک میں مل گئیں۔ اور ان کے مجرمانہ دور زندگی کا قبل از وقت خاتمہ ہو گیا۔

وائیکونٹ اور اس کے ساتھی بحفاظت اس مقصد میں پہنچ گئے۔ جہاں ان کی رات بسر کرنی تھی۔ اور اس جگہ کے سب سے بڑے ہوٹل میں نوکریاں تھیں۔ دوسرے دن لارڈ آکٹیون وائیکونٹ ڈیلام اور ان کے دوست مجسٹریٹ۔ نیوزن مقامی حکام کے رو برو سب حال بیان کرنے گئے۔ فرضی برین ڈالمر کا کو ان کی موجودگی میں حاضر عدالت کیا گیا۔ تو اس نے وہ لاپرواہی جو عادی مجرموں کی حالت میں دیکھی جاتی ہے۔ افسانہ کر لی۔ البتہ عدالت کے اس حصہ سے جو گواہوں کے لئے مختص تھا۔ وہ قضیہ نظر چارٹا رٹا عدالت نے اس پر وودھا لگانا الزام عائد کئے۔ ایک دو گائریاؤں اور آکٹیون کے نوکر کے قتل کا۔ دوسرا ایم ڈیلام اور ان کے ساتھیوں کی لوٹ مار کے اقدام کا۔ جرم اول کی نسبت فقط میریڈیڈ گواہ تھا۔ اور اس کی شہادت بھی ڈالمر کا ادا دیم راکٹ کے متعلق ہی قابل سماعت ہو سکتی تھی۔ کیونکہ رات کے اندھیرے میں باقی رہنروں کو پہچاننا اس کے لئے صریحاً غیر ممکن تھا۔ چنانچہ فرضی برین اور جوہر راکٹ پر قتل عدا اور اعانت قتل کا الزام عائد کیا گیا۔ امر ثانی میں اول تو دو گواہوں کا اجتماع ہی ان کے خلاف کافی ثبوت سمجھا جاسکتا تھا۔ دوسرے میریڈیڈ ڈیلام اور صاحب مجسٹریٹ کی شہادتیں بھی سرجو دفعتیں۔ مگر ان میں سب سے زبردست شہادت لارڈ آکٹیون کی تھی۔ کیونکہ ڈیلام اور صاحب مجسٹریٹ زیادہ سے زیادہ یہی بیان کر سکے تھے۔ کہ ڈالمر کا دھوکا دے کر ان کی جماعت میں شامل ہوا۔ اور ان کے ساتھ سفر کرتا رہا۔ بہر حال ابتدائی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ڈالمر

کی پوری چھت، زہری کے جسم میں سسٹن سپرد کی گئی۔ اور سپاہیوں کی ایک زبردست کارروائی نہایت
میں انہیں اس قصبہ کی حالات میں بھیج دیا گیا۔ جہاں سسٹن کا اجلاس منعقد ہونا تھا۔

لیکن سردست ہم ان لوگوں کو چھوڑ کر ان کے سرغنہ نقی برین ڈامارگا کا حال بیان کرتے ہیں
جیلخانہ میں ڈامارگا کو اس کے ساتھیوں سے الگ رکھا گیا۔ اور قید تہائی کے علاوہ احتیاطاً اس
کے پاؤں میں بیڑیاں بھی ڈال دی گئیں۔ جیلخانہ سٹہ کے باہر واقع تھا۔ کسی زمانہ میں اس جگہ ایک قلعہ
ہوا کرتا تھا جس کی اندرونی صورت بدل کر اسی کو جیلخانہ میں تبدیل کر دیا گیا۔ چنانچہ عہد قدیم کی
یادگار ایک گہری خندق اب تک جیلخانہ کے گرد موجود تھی۔ اور ڈامارگا کی کوٹھڑی اس طرح واقع
تھی۔ کہ خندق کا گڑا بانی اس کی دیواروں سے ٹکراتا تھا۔ اس کی کوٹھڑی میں صرف ایک کھڑکی تھی
اور اس میں بھی نہایت مضبوط آہنی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ اس کھڑکی کی راہ سے بہت دوزخ کا
نظارہ دکھائی دیتا تھا۔ جیلخانہ میں متعدد صحن تھے جن میں سے ایک ڈامارگا کی کوٹھڑی سے ملحق
تھا۔ اور اس جگہ اچھات مقررہ ہر اسے اور دوسرے قیدیوں کو ورزش کے لئے باہر نکال جاتا تھا
دوستری شب و روز اس جگہ کا پہرہ دیتے تھے یعنی ایک آدمی پچھانک پرستین رہتا اور
دوسرا خندق کے پارنگ کرتا تھا۔

رہن قیدیوں کے اس جیلخانہ میں آنے کے دوسرے دن دوپہر کے وقت ڈامارگا تہا
قید خانہ کے صحن میں ٹہل رہا تھا۔ داروغہ جیل کا حکم تھا۔ کہ اس کو دوسرے قیدیوں سے میل جول کا
موقعہ نہ دیا جائے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ جب اس صحن میں لائے۔ تو اس کے ساتھیوں کو ان کی کوٹھڑی
میں بند کر دیتے تھے۔ قدرتی طور پر مستحکم جیل کا خیال تھا۔ کہ یہ شخص جس نے اپنے ایشے اتنی بڑی
جماعے تیار کی ہے۔ بڑا عیار اور چال باز ہوگا۔ پس بڑے عزم و احتیاط سے کام لیا جاتا تھا
اور اسے اور لوگوں سے جدا رکھنے کی مصلحت بھی یہی تھی۔ کہ وہ اس سے ملکر شرارت کی کوئی صورت
پیدا نہ کر سکے۔

جیسا ہم نے لکھا ہے۔ دوپہر کے وقت ڈامارگا اکیلا ہی جیلخانہ کے صحن میں ٹہل رہا تھا۔ اور
کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں جن کا سرا بڑی احتیاط سے کمر میں باندھ دیا گیا تھا۔ ہاتھ ابنتہ کھلتے تھے
اور گوسا کے لئے موجودہ حالت میں پلٹنا وقت طلب تھا۔ تاہم غیر ممکن نہ تھا۔ یہاں پہنچتے ہوئے
اس نے قید خانہ کے مختلف حصوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کر لی تھی۔ اور اس وقت بھی صحن میں
ٹہلتے تھے وہ فرار کی مختلف تجزیں سوچ رہا تھا۔ کئی اور کوٹھڑیوں کی کھڑکیاں اندرون جیلخانہ

لی طرف کھلتی تھیں۔ جن میں سے ایک کھرڈکی اس مکان کی بھی تھی جس میں جیٹھانہ کا ایک پہرہ دار رہا کرتا تھا۔ ڈامارگانے چلتے چلتے نظر اٹھائی۔ نو دیکھا، ایک خوبصورت جوان لڑکی اس کھرڈکی میں رکھے ہوئے پودوں کو سپنچ رہی ہے، اس کی عمر بائیس سال کے قریب تھی۔ اور گو صحیح معنوں میں اسکو عین نہیں کہا جاسکتا تاہم اس میں کچھ نہ کچھ دلکشی ضرور تھی۔ آنکھیں سیاہ صورت نظر نوا اور عارض نمایاں پرست باب کی سرخی موجود تھی۔ اس کا باپ دوسرے صحن میں کوئی کام کر رہا تھا وہ اس طرف دیکھ کر مکرانی تو ڈامارگانے دیکھا۔ کو لب لعین کے اندر موتیوں کے ایسے ہموار دانت چمکتے تھے۔ لباس خوشترنگ۔ نگاہیں بے باک اور لبوں کی ساخت سے عشق کے جذبات پہناں نمودار تھے۔ ڈامارگا تو ہمیشہ ان موقعوں کا منتظر رہتا تھا جن سے بہترین فائدہ حاصل کیا جائے۔ اسے دیکھا تو بڑا ادب کے ٹوپی اٹھا کر سلام کیا۔

فیث نے۔ کیونکہ اس حسینہ کا یہی نام تھا۔ اب تک اسے نہیں دیکھا تھا۔ نہ اسکو یہی معلوم تھا۔ کہ یکس الزام میں مانوڑ ہے۔ قیدی کی ساٹول صورت اور مردانہ وجاہت دیکھ کر بہت مستعجب ہوئی۔ اس کے سلام نے دماغ کو عرس پر پہنچا دیا۔ مگر آنکھیں انداز حجاب سے جھج گئیں۔ اس نے بھی قیدی کے سلام کا جواب دیا۔ گو شرم از اتفاق سے باپ نے ایسا کرتے دیکھ لیا۔ وہیں سے چلا کر کہنے لگا۔ "فیث کون ہے؟ کس کو سلام کرتی ہے؟"

سوال اتنے بن بھیجیں پوچھا گیا تھا۔ کہ شاید ڈامارگا کے کاٹوں تک بھی پہنچ جاتا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ فیث شرمندہ ہو کر پرے ہٹ گئی۔ اور ہر آپ کچھ جواب نہ پا کر بوکھڑی میں گیا۔ اور مکڑی سوال پوچھا۔ وہ ایک فریب انداز محروم لڑکی تھی۔ فیث ڈر گئی۔ اور کچھ جواب نہ دے سکی۔ پہرہ دار نے کھرڈکی سے دیکھا تو ڈامارگا ٹہلتا نظر آیا۔ جان گیا کہ لڑکی نے اسی کو سلام کیا تھا۔ غصہ سے بھر کر کہنے لگا۔ "یہ نصیب تو نہیں جانتی کس کو سلام کر رہی ہے۔ یہ آدمی کو دیکھنے میں شرمیف مگر باطن میں بڑا فتنہ پروانہ عیار اور چالاک ہے۔ آجکل اس پر قتل کا الزام عائد کیا گیا ہے۔"

"نہیں، تاخیر ممکن ہے۔" فیث نے شوخی سے کہا۔ "یہ آدمی کی نسبت کمان نہیں ہو سکتا کہ قاتل ہو۔ ورنہ اس کی صورت و انداز کو دیکھئے..."

"میں پھر کہتا ہوں یہ شخص قاتل ہے۔" پہرہ دار نے قطع کلام کر کے کہا۔ جس روز ان لوگوں کو جیل میں لایا گیا۔ تم اپنی خالہ کے دل میں گئی ہوئی تھیں۔ اس لئے تم کو معلوم نہیں۔ کہ ان کی

”اگر پر قصہ میں کس قدر سننی پھیلی تھی۔“

”مگر اب کیا اس کے مقدمہ کی سماعت ہو چکی؟“ فینٹ نے پوچھا۔

”نہیں تم کیوں پوچھتی ہو؟“

”اس لئے کہ ممکن ہے بے قصور ہو۔ اور عدالت سے بری ہو جائے۔ زیادہ ہو گا کس طرح ایک مارکونیس پر اپنی جگہ کو زہر دینے کا الزام عائد کیا گیا تھا اور سب لوگ یہی کہتے تھے کہ وہ قاتل ہے مگر عدالت میں اس کی بے گناہی ثابت ہوئی۔ اسی طرح تم کو اس نوجوان کا واقعہ بھی یاد ہو گا جس کی عمر تقریباً اکیس سال تھی۔ اور جس پر جلسہ سزا کا الزام عائد کیا گیا تھا۔ میں بار بار کہتی تھی کہ وہ بے قصور ہے۔ مگر تب کرنے تھے کہ نہیں مجرم ہے۔ مگر جب مقدمہ جلد تو صاف بری ہو گیا اور ایک دوسرا ہی شخص مجرم ثابت ہوا۔ کیا عجب اس آدمی کا بھی یہی حال ہو سکتا ہے۔۔۔“

”چپ! نا عاقبت اندیش رکنا چپ رہ! اس کے باپ نے غضبناک ہو کر کہا۔ تو محض اس لئے اس کو بے قصور سمجھتی ہے کہ اتنا خوش پوش اور وجیہ ہے۔ میں خود حیران ہوں کہ ایسی مسکین صورت کے پردہ میں اتنا سیاہ دل کیسے چھپ سکتا ہے۔ مگر اس کے سنی یہ بھی تو نہیں ہیں کہ جامہ زیب آدمی کبھی مجرم نہیں ہوتے۔ تمہاری ماں زندہ ہوتی تو تم کو سمجھاتی۔ افسوس کہ میں تیری تربیت کے لئے وقت فرصت نہیں کمال سکتا۔ لیکن یہی حال رہا تو مجبوراً تم کو دیہات میں تمہاری خالہ کے ہاں بھیج دینا پڑے گا۔۔۔“

”نہیں نہیں پیارے ابا ایسا نہ کرنا۔“ فینٹ نے باپ کے گلے میں ہاتھیں ڈال کر بھونکنے لگی اور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”مجھے بھیج دو گے تو تمہارے لئے روٹی کون پکائے گا؟“

”بس یہی خیال تمہارے پیچھے میں رکاوٹ ڈالتا ہے۔ لیکن خبردار پھر کبھی قیدی لوگوں کو گھس طرح کے اشارے نہ کرنا میں آدھے دن کے لئے باہر جا رہا ہوں۔ اور تم یہاں اکیلی ہو۔ اس لئے اور بھی سختی سے ہدایت کرتا ہوں۔ کیونکہ ان لوگوں سے میل جول رکھنا بڑا خطرناک ہے۔“

یہ گفتگو اسی جگہ ختم ہو گئی۔ مگر فینٹ کے خیالات کا سلسلہ اس کے بند بھی جاری رہا۔ وہ جتنا زیادہ سوچتی۔ اسی قدر یقین بخینے لگتی۔ کہ ایسا شوقین وکیل آدمی جس کے بشرہ سے شرافت و سخاوت کے آثار نمودار ہیں۔ جس کے بال سیاہ صورت با رعب اور ناک نقشہ میں فرق نہیں کیسے قاتل ہو سکتا ہے۔ راکینوں کی خود سری اور سرشوری مشہور ہے۔ اونے قسم کے ناول اور افسانے پڑھ کر وہ ہر ایسے آدمی کو جو خوش پوش اور شکیل ہو۔ بہا و رہنے لگتی ہیں۔ یہی حال بیوقوف فینٹ کا تھا

باپ نے آدھے دن کی چٹی لے رکھی تھی۔ وہ چلا گیا۔ تو فینٹ دوسرے پہرہ دار کی بی بی سے باتیں کرنے پاس والے کمرہ میں گئی۔ حقیقت میں وہ اس سے دراز قامت قیدی کے متعلق مفصل حالات معلوم کرنا چاہتی تھی۔ ہسائی کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ آدمی لیٹروں کی ایک خطرناک جماعت کا سرغنہ تھا۔ اور اس نے مختلف اوقات میں کئی سنگین جرائم کئے تھے، ان حالات کو سن کر فینٹ کئی بار کانپنے لگی۔ مگر یہ خیال بہ صورت اس کے دل سے خارج نہ ہوا۔ کہ اس آدمی کی نسبت کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔ ایسا شکیل و وجیہ آدمی اس کی رائے میں جرم قتل کا بہرگز مرتکب نہ ہو سکتا تھا۔ رہ گیا نہ ہرنی کا۔ یہاں تو یہی جماعت کا سرغنہ ہونے میں کچھ ہوائی نہیں۔ بلکہ اس سے اسکی شجاعت بسالت اور طاقت بہرہری ظاہر ہوتی ہے۔ ان خیالات کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی دیر بعد اپنے کمرہ میں واپس ہوئی۔ تو باپ کی دی ہوئی سب باتیں بھول گئی۔ اور دوبارہ کھڑکی کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ قیدی نے اسے دیکھا تو مکرر سلام کیا جس کا اس نے بٹے تپاک سے جواب دیا۔

جیسا بیان کیا جا چکا ہے۔ باپ بیٹی کی گفتگو ڈراما گانے بالکل نہیں سمجھتی۔ بہر حال وہ سمجھتا تھا کہ یہ لڑکی میرے جرم سے ضرور واقف ہوگی جس سے قدرتی طور پر اس نے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ یا تو میرے جرم کو خفیہ سمجھتی۔ یا اسے ناقابل یقین خیال کرتی ہے۔ ورنہ غیر ممکن تھا کہ میرے سلاموں کا اس کو جواب دیتی۔ یہ سوچکر اس نے اشارہ سے بتایا کہ میں تم سے باتیں کیا چاہتا ہوں اور اس کے ساتھ پہلے دل پر ہاتھ رکھا پھر دونوں ہاتھوں کو اندازاً استعا سے جوڑ دیا۔ اس کا فینٹ کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ اسے چوروں کے سرور کی حالت پر جم آیا۔ اشارہ سے کہنے لگی میں ضرور تمہاری مدد کروں گی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ڈراما گانے کو دوبارہ کھڑکی پر بند کرنے کا وقت ہو گیا۔ جہاں سے اس کو سر شام پھر باہر نکالا جاتا تھا

اس طرح میڈیو ازل فینٹ ایک مکش افسانہ کی حصہ دار بنی۔ وقت کم تھا۔ اور کوئی خاص تجویز اس کے ذہن میں نہیں آئی۔ تین چار گھنٹے اسی سچ میں رہی کہ اب کیا کروں سہی فکر میں نکھٹا ہوا نکھٹا۔ نہ سونے کا کامی پر توجہ دی۔ ڈاکو سرور کی وجہ صورت۔ اسکی سیاہ آنکھیں باعرب موبھیوں اور اس کی جھوڑی ہر وقت پیش نظر ہوتی تھی۔

شام کے بجائے ڈراما گانے کو صحن میں ٹھہنے کے لئے پھر کھڑکی سے نکالا گیا۔ فینٹ نے اسکی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ اشاروں سے گفتگو کی خواہش کر رہا ہے۔ سوچا شاید کوئی خاص بات کہنا چاہتا ہے۔ اور میرے سوکھی پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ کیا عجب اپنی بیگنی ہی کا ثبوت پیش کرنا چاہتا

ہو۔ اس حالت میں اسکی بات نہ سننا صریحاً ظلم ہوگا۔ یہ اور اس قسم کے خیالات رہ رہ کر پیش کر سکتے تھے۔ جسے کہ اس نے ڈراما گاہک اپنا سامنے کا فیصلہ کر لیا۔

فرضی استدلال سے اپنے دل کو یہ سمجھانے کے بعد کہ اس حالت میں ایک مجبور آدمی کی مدد داخل قواب ہے۔ وہ اس کام کے لئے آمادہ ہو گئی۔ جیل کے زیر غور قیدیوں کو پہرہ داروں کی معرفت تنباکو۔ لباس بیریاستراب کی بوتلیں دکان کے لئے اجازت تھی۔ گفتگو کا اور کوئی ذریعہ نہ دیکھ کر فیصلہ سے ایک ڈھکے میں شراب کی بوتل اور دوسرے میں تنباکو کا پیکٹ لیا۔ اور اپنے کمرے سے اتر کر اس محن کی طرف چلی جس میں ڈراما گاہک راضی تھا۔ صحن کا دروازہ ایک کمرے میں اس طرح داخل ہوا تھا کہ دوسرے پہرہ داروں کے کمرے سے دکھائی نہ دیتا تھا۔ دروازہ میں ایک تنگ کھڑکی تھی جسے کھول کر کوئی آدمی باہر کھڑے کھڑے قیدی سے گفتگو کر سکتا تھا۔ چنانچہ جو لوگ قیدیوں کی ملاقات کے لئے آتے تھے اسی کھڑکی کی راہ سے باتیں کرنے کی اجازت دی جاتی تھی۔

کھڑکی کھول کر فیصلہ نے اندر دیکھا۔ تو ڈراما گاہک جو ہمہ تن انتظار تھا۔ فوراً قریب آیا۔ ایک دوسرے کو پاس سے دیکھنے پر فریقین کو مایوسی نہیں ہوئی۔ کیونکہ یقینی سرن اتنا ہی شکیں وجوہ یہ بھی تھا فیصلہ کا خیال تھا۔ بلکہ اس کے اظہار امید سے بڑھ کر دل بہا ثابت ہوئے۔

ڈراما گاہک کو دیکھ کر فیصلہ کی مسرت آنکھیں بے اختیار فرش رین کی طرف جھک گئیں۔ اور رخساروں پر شرم کی سرخی نمودار ہوئی۔ کہنے لگی۔ آپ مجھ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں؟
”کافر مال حسینہ میں دانی تم سے کچھ عرض کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں مجھ بدلے بیگم ہمدردی ہے۔“ قیدی نے جواب دیا۔

”بے شک مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔“ فیصلہ نے بدستور شرتے ہوئے کہا۔ کیونکہ میرے نزدیک... میرے نزدیک غیر ممکن ہے کہ...“

”آہ! فرشتہ فضائل لڑکی۔ شکر ہے کہ تو مجھے بے قصور سمجھتی ہے۔“ نقی میرن نے اس کے خیالات معلوم کر کے جلدی سے کہا۔ انہیں میں تصور دانا نہیں ہوں۔ مگر ایسے حالات میں بے گناہی ثابت کرنا کتنا دشوار ہے...“

”میں یہ سن کر بہت خوش ہوئی کہ آپ بے قصور ہیں۔“ فیصلہ نے کسی قدر جوش سے کہا۔ اور اس کے رخساروں کی سرخی نے زیادہ گہری رنگت اختیار کر لی۔
”اوہ۔ کیا خوش فیصلہ ہے کہ ایسی نازک اور قحطت حسینہ کو میری بے گناہی پر بے خوشی

ہوتی ہے۔ ڈا مار گانے مصدعی چوٹ مسونیت سے کہا۔ تبارک ہیں مد فرشتہ نضال ہستیاں جن کے دہن شری سے نکلا ہوا۔ ہمد دی کا ایک لفظ کوہ علم کا بوجھ ہلکا کر سکتا ہے۔ کاش میں آزاد ہوتا کہ اپنی سچی شکر گذاری کا ثبوت پیش کر سکتا۔۔۔

”مگر میں پوچھتی ہوں کیا آزاد ہونے کے بعد آپ پھر انسی بنگل میں چلے جائیں گے۔ اور ڈا کو دل کا مرغنہ بننا منظور کریں گے؟“ فینٹ نے سوال کیا۔

”آزاد ہونے کے بعد۔۔۔ مگر آہ! آزادی کہاں ہے؟“ ڈا مار گانے انداز حسرت سے جواب دیا۔ ”لیکن اگر میں ایک بار آزاد ہو جاؤں۔ اور تو اسے نیک خصلت حسینہ میرے ساتھ ہو۔ تو بس تیرا حکم میرا قانون ہے۔ اور تیری خوشی میری زندگی کا مقصد۔ پھر کبھی صرصر حوادث ہماری زندگی کے سکون میں خلل انداز نہ ہو۔۔۔“

”مگر۔۔۔ مگر۔۔۔“ فینٹ نے شرماتے ہوئے رک رک کر کہا۔ ”میں ممکن ہے کوئی آنکھ جہم انتظار بن کر تمہاری راہ لگتی ہو۔ یا کوئی دل داغ حراماں لئے تمہاری دلیسی کے لئے بے چین ہو۔ یعنی کوئی برنی بیکر حسینہ تمہاری آمد کے انتظار میں سچ دکھتے کے دن گذار رہی ہو۔۔۔“

”نہیں۔ بالکل نہیں۔“ ڈا مار گانے جواب دیا۔ ”یہ قلب جہنم آتش کے راز سے بے خبر تھا۔ آج بادا دل اس کو محسوس ہوا ہے کہ عشق کیا شے ہے۔ اور کتنی زبردست طاقت رکھتا ہے حسینہ و دشمنہ۔ میرے لئے تم کو دیکھ کا دنیا غیر ممکن ہے۔ اس لئے سچ جانو کہ میں اپنے دلی خیالات ظاہر کر رہا ہوں۔ تمہارے مجھ سے ہمد دی کی تو اس ہمد دی نے میرے دل کے کسی نامعلوم گوشہ میں چھپے ہوئے جذبات کو بیدار کر دیا۔ اور اب یہ بندہ ناچیز تمہارے قدموں پر نثار ہونے کو بیتاب ہے۔ آہ! اگر میں اس وقت آزاد ہوتا تو تمہارے پاؤں میں گر کر سطف و کرم کا نہ ہستگار رہتا۔ میں وہ بے شمار دولت تمہارے سامنے پیش کرتا جو میں نے ایک نامعالم مقام پر جمع رکھی ہوئی ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر اپنا دل تمہاری نذر کر دیتا۔“

فینٹ نے ایسی چکنی چمڑی باتیں اس سے پہلے سنا ہے کہ کتنی بھقیں۔ سن سن کر اس کے چہرہ کی رنگت سرخ ہوئی جاتی تھی اور دل زرد زرد سے دھڑکنا لگتا۔ شرا کر کہنے لگی ”صاحب میرے سامنے اس لہجہ پر باتیں نہ کرو۔ میں انہیں سننا داخل گناہ سمجھتی ہوں۔ ہاں یہ بتائے۔ میرا آپ کے لئے کیا کر سکتی ہوں؟“ شاید آپ کو انہی بیگناہی ظاہر کرنے کے لئے کسی ثبوت کی حاجت ہے۔ یا آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ جرم ہوا آپ کی ذات کے منسوب کیے جاتے ہیں۔ و حقیقت آپ کی عدم صافری

اور بے خبری میں آپ کی جماعت کے آدمیوں کی طرف سے ہوئے تھے۔۔۔

”آہ اکتی عجیب بات ہے کہ تم میرے دلی خیالات کو اس خوبی سے سمجھتی ہو۔“ ڈانارگانے خوش ہو کر کہا۔ ”اس سے ثابت ہو گیا ہے کہ ہمارے دلوں کو آپس میں راہ ہے۔ اور کوئی نامعلوم رشتہ انہیں ایک دوسرے سے ملاتا ہے۔ اس لئے میں تمہاری ہمدردی کو اس محبت کی ابتدا سمجھتا ہوں جس کی بنیاد ہمارے دلوں میں قائم ہو چکی ہے۔“

فینٹ کا دل اب زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اور اسکی شرمائی ہوئی آنکھیں اس محبت کا ثبوت بتائیں جو اسے ڈاکو سردار سے پیدا ہو چکی ہے۔ ڈانارگانے کی آواز اس کے لئے نغمہ شیریں کی دلاوینہ صدراحتی۔ کسی ڈاکو سردار کی دلہن بن کر دودراز ملکوں یا گھنے جنگل میں زندگی گزارنا۔ اوہ! یہ جیلخانہ کی فضاں تارکام میں رہنے سے لاکھ درجہ بہتر ہو گا۔ ایک طرف صحت اور راحت ملتی۔ دوسری جانب سنا فی اور کلفت۔ دونوں کا انتخاب بہت دشوار نہ ہو سکتا تھا۔

”یہ سچ ہے کہ جرم میری عدم موجودگی میں ہوا تھا۔“ ڈانارگانے اس کے دل کی جدوجہد معلوم کر کے کہا۔ ”اور یہ بھی سچ ہے کہ مجھے اس واقعہ کی خبر سن کر بے حد رنج و فاسوس ہوا۔ مگر میں ایسی حالت میں کیا کر سکتا تھا؟ جو خرابی ظہور میں آئی اسکی تلافی حدامکان سے باہر تھی۔ اور میں یہ سچ ہی رہا تھا۔ کہ ان لوگوں کو جنہوں نے جرم کیا بغیر تارکام سزاؤں۔ کہ مجھے کو کر فدا کر لیا گیا صرف ایک بات کی نسبت پیاری فینٹ تم کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یعنی میں ایسی شہادت پیش نہیں کر سکتا جس سے میری بے گناہی ثابت ہو۔ اس جماعت سے میرا تعلق ان کے جرموں کا بوجھ میرے سر ڈالنے کو کافی ہے۔ میں یہاں رہتے ہوئے میرے لئے سزا موت تجویز ہونا یقینی ہے۔ قانون کا زبردست ٹاٹھ اس بے گناہ شخص کی جان لئے بغیر نہ رہیگا جس سے تم نے مدد مانگنا تھا۔ ہمدردی کی ہے۔ اس لئے میں اتنی ہی التجا کرتا ہوں کہ جس طرح ممکن ہو میری جان بچانے کی کوشش کرو۔ مجھے بیرن کا رتبہ حاصل ہے۔ اور میں وادی ایلپس میں ایک نہایت پرفضا مقام پر رہتا ہوں۔ جہاں میرا اپنا قلعہ واقع ہے۔ کاش تم کو دلہن بنا کر ساتھ لے جا سکتا۔ اس جگہ رہتے ہوئے ہماری زندگی کے دن کس عیش و مسرت سے بسر ہوتے!۔۔۔“

فینٹ کے دل پر اس تقریر کا بہت اثر ہوا۔ خواب راحت و باغ پرشتہ کا کام کر رہا تھا۔ کوہستان ایلپس میں ڈاکو سردار کے عالی شان قلعہ کی تصویر پیش نظر ہوئی۔ اور عالم تصور میں اس نے دیکھا۔ کہ میں خوشترنگ لباس پہنے بیرن ڈانارگانے کے بازو کا سہارا لے کر سردار کی چھانڈوں میں سر

کرتی پھر ہی ہوں قید خانہ کی چار دیواریں بس بیٹھے اسے بہت مدت ہو گئی تھی مگر اب ہر جگہ اتنی افسردہ کن روپاس انگیر نظر آتی ہے جیسی میں نے کبھی معلوم نہ دینی تھی۔ ڈاما مار گئے جان لیا۔ کہ اس کے دل میں کیا خیالات اٹھ رہے ہیں۔ اپنی تقریر کے اثر کو زیادہ مضبوط کرنے کے لئے شاعرانہ انداز سے کہنے لگا۔

”اُس نابینا کہ جبرائیل میری انتہائی مشکلات میں بھی سہمدی کی۔ اس قوتِ طبعِ حسینیہ کو جس نے ایک خستہ تن ارمینی کی محبت کو ذوق سے قبول کیا۔ اس کا فرہال پری کہ جو ضرور اس جان کی حفاظت میں مدد دے گی جس کا مقصد عمر بھر اس کا خدمت گزار رہنا ہو گا۔ یعنی اس فرستہ نیکی کو کہ اس وقت میرے سامنے ہے۔ میں سچے دل سے گہری محبت اور دائمی وفا کا یقین دلاتا ہوں۔“

”مگر صاحب میں کس طرح آپ کی مدد کر سکتی ہوں؟“ فیئٹ نے پریشانی کے ہمیں میں پوچھا۔ کوئی دیر نہ گزرے آتا جس سے آپ کی خدمت پہلاؤں۔ اور حزنِ ملال کی شدت سے اس کی آنکھیں آبِ گوں میٹھیں۔

”نہ روپاری حسینہ نہ رو۔“ ڈاما مار گئے تسلی بخش ہمیں کہا۔ تیرے آنے کا قطرہ میرے قلب حریف پر پگھلے ہوئے سید کی طرح گرتا ہے۔ مگر یہ بتا کیا تیرا باپ اس بیجانہ کا پہرہ دار ہے؟“

”اُٹوس۔ ہاں۔“ فیئٹ نے جواب دیا۔ اسی وجہ سے میں اس خوفناک مقام پر جس سے مجھے دلی نفرت ہے رہنے کے لئے مجبور ہوں۔“

”اگر وہ پہرہ دار ہے۔ تو تم بڑی آسانی سے پھاٹک کی کھنچی حاصل کر سکتی ہو۔“

”نہیں۔ یہ غیر ممکن ہے۔“ فیئٹ نے اداسی کے لہجے میں جواب دیا۔

”غیر ممکن؟“ وہ۔ دنیا میں غیر ممکن کوئی بات نہیں۔“ ڈاما مار گئے کہا۔ ”تم اگر چاہو۔ تیری امداد کا یہیں رہا میں کال کر سکتی ہو۔ بھلا تم میرے لئے ایک مضبوط رسی اور چند بیٹیوں کا انتظام کرو دو گی؟“

”میں یہ کر سکتی ہوں۔“ ڈاما نے جواب دیا۔ اور اس کے خوشامیہ پہرہ داروں نے آگے۔ مگر جلد ہی ہی آواز دبا کر کہنے لگی۔ ”آہ۔ میں سمجھ گئی۔ لیکن اس سترے کا کیا انتظام ہو گا جو خندق کے پار پہرہ دیا کرتا؟“

”یہ شکل بھی ناقابلِ حل نہیں ہے۔“ ڈاما مار گئے جواب دیا۔ ”فیئٹ۔ فیئٹ یا رکھو۔ اگر اس وقت میری امداد کر دو گی۔ تو میں عمر بھر تمہارا احسان مند رہوں گا۔ لیکن یہ امداد سچے دل سے ہونی چاہئے۔“

کیونکہ میرے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے۔ مگر خود اس معاملہ کی نزاکت کو اچھی طرح سمجھتا ہو۔“

”اچھا تو کہئے۔ میں کس طرح آپ کی مدد کر سکتی ہوں؟ اگر تجویز واقعی قابلِ عمل ہوئی۔ تو مجھے ہرگز دریغ نہ ہو گا۔“ وہ تیز نے پریشانی کے لہجے میں جواب دیا۔

”کسی طرح اس سنہری جو خندق کے پار کھڑا ہے رستہ سے ہٹا کر چلے۔“ ڈمار گانے جراب پہ
 نہیں نے دیکھا ہے کہ دن لوگوں کی تبدیلی ایک بار رات کے دس بجے اور پھر آدھی رات کو جوتی ہے۔ جو
 آدھی آدھی رات کو پھر دس بجے گا اور اس کا انتظام ہونا چاہیے۔ کیا تم اس دفت باس رہا سکتی ہو؟
 ”خوش قسمتی سے والد میری خالہ سے ملنے گئے ہیں۔ اور خیال ہے کہ صبح سے پہلے وہاں آجائیں گے
 مگر تب سے میں اس سنہری کی نسبت کیا کر دوں؟“

”کیا میری خاطر اس کو شراب پلانا منظور کرو گی؟“ ڈمار گانے نرم لہجہ میں پوچھا۔ پیاری فیئٹ
 یاد رکھو۔ یہ خاص کسی اصنی کی نہیں۔ بلکہ تمہارے عاشق جا بار کا ہے یعنی اس کی جو ہمیشہ تمہاری
 بہادری کا مداح۔ اور عمر بھر تمہارا سچا خدمت گزار رہے گا۔“

”خیر جو آپ کہنے ہیں کر دوں گی۔ لیکن ہر بات سے مفصل بیان کیجئے۔“ دیوانی لڑکی نے کہا۔
 ”اگر تم اس کو شراب پلا سکتی ہو“ ڈمار گانے کہا۔ ”تو شراب میں ذرا سی شیلی دوا ملا دینا۔
 کیا مشکل ہے؟ آہ دم ڈرتی ہو۔ مگر نہیں میں اس غریب کو ہلاک کرنا نہیں چاہتا۔ میرے کہنے کا
 منشا صرف یہ ہے کہ شراب میں کوئی ایسی چیز شامل کر لی جائے جس سے وہ تھوڑی دیر کے لئے
 بیہوش ہو جائے۔ ایسی شراب اگر ایک ڈرام بھی اس کو ملا دی جائے۔ تو کافی ہے۔ پھر میں بچ کر
 نکل جاؤں گا جس کے بعد تم باسانی جھب سے آملو گی۔ اور ہم دونوں کسی دور افتادہ مقام پر خوشی کی زندگی
 بسر کریں گے۔“

فیئٹ نے چمکتا کاجن سوار تھا۔ ڈمار گانے ہر ایک بات مان گئی۔ ڈمار گانے رسی اور میتیں
 کی نسبت مکرر تاکید کی۔ اور یہ بھی سمجھایا کہ نشہ آور دوا کہاں سے ملے گی۔ اور اس کی کتنی مقدار کتنی شراب
 میں ملانی چاہئے۔ سب انتظام سمجھتا ہو گیا۔ تو لڑکی نے شراب اور تھپا کو پیش کیا۔ اس وقت ڈمار گانے
 کھڑکی کی راہ سے اس کا خوشامد تھپا ہاتھ میں لے کر دیا۔ پھر لبوں سے لگا لیا۔ اس کے بعد فیئٹ
 دریچہ بند کر کے چلی گئی۔ مگر اس کا دل عجیب و غریب امیدوں سے بھرا ہوا اور چہرہ اسے والی خوشیوں
 کی یاد سے تھما رہا تھا۔

اس کے پاؤں گھٹنہ بعد اس نے پھر وہی کھڑکی کھولی۔ اور سامان مطلوب پیش کیا۔ ڈمار گانے
 ان چیزوں کو لے کر جس لہجہ میں شکر بھرا کیا۔ اس سے فیئٹ کے جوش و ملغ نے اور بھی ترقی کی۔ قید
 نے پھر ایک بار اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور جب وہ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ وہاں پہنچی تو
 دنگاؤں کے سامنے عہد مستقبل کی زریں تصویر بھر رہی تھی۔

باب ۱۳۳

فرار

اندھیری رات اور سناٹا۔

جیل خانہ میں قیدی اور محافظ دو نو محو خواب تھے۔ مگر خندق کے پار ایک سپاہی بندوبست کندھے پر بیٹھکھے ہوا قدموں سے ادھر ادھر ٹپک رہا تھا۔ نصف شب قریباً گزر چکی تھی کہ وہ کسی کے پاؤں کی ہلکی چاپ سن کر غصہ کر گیا۔ مڑ کر دیکھا تو ایک جوان عورت سیاہ لباس پہنے اپنی طرف آتی نظر آئی۔ سگے میں فرار لبادہ اور سر پر فراتسی عورتوں کے دستور سے خوشنما چھوٹی سی ٹوپی کج رکھی ہوئی۔ چہرہ فیدو سینہ سے آواز نکلتا۔ کہ پہرہ بار کو پہچاننے میں دقت نہ ہو۔ سپاہیوں کو اس جگہ پہنچے چونکہ بہت مت پرکھی تھی۔ اور ان میں سے ہر شخص باری باری اس جگہ پہرہ دے چکا تھا۔ اس لئے فیٹ کم دیش ہر ایک سے واقف تھی۔

”سے آتا دیکھ کر سپاہی نے کہا۔ کون؟ میڈموائل فیٹ! کہئے اتنی رات کیسے باہر آنا ہوا؟“
 ”ایک ہیلی ہمار تھی۔ اسکی فرار ج پر ہی کو جا رہی ہوں۔“ اس نے جواب دیا۔ ”اس کا مکان دفا فاصلہ پر شہر کے پاس واقع ہے۔ ڈاکٹر نے براندٹھی تجویز کی تھی۔ اب ساتھ لے جاتی ہوں۔“
 ”برانڈٹھی! مریضہ کے لئے؟“ سترے نے ہنس کر کہا۔ ”عارضہ کیا ہے؟ کیا مریضہ کی شکایت ہو گئی تھی؟“

”کچھ ایسا ہی مرض ہے۔“ فیٹ نے جواب دیا۔ ”والد اعراض کرتے تھے۔ کہ براندٹھی ضرور سناٹے مہانا۔ اس لئے لیتی آئی ہوں۔“

”تو مریضہ کیا سب کی سب پانی جائے گی؟“ سپاہی نے جس کے منہ میں شراب کا ذکر آنے سے پانی بھر آیا تھا۔ پوچھا۔

”جولو ساری نہ پئے گی تو باقی اس کے شوہر کے کام آئے گی۔ مرد تو عموماً براندٹھی کے شوقین مئے جاتے ہیں۔۔۔“

”سچ کہتی ہو۔ اور اس معاملہ میں میں بھی کسی سے پیچھے نہیں ہوں۔“ پہرہ دار نے ہنس کر کہا۔ ساتھ ہی چینی انداز سے چٹخارہ لگایا۔

”آہ! آپ بھی ریجہ لگئے کیا؟“ فیٹ نے ہنس کر کہا۔ ”ایچا لو ڈالٹھ چکھ لو۔“

یہ کہہ کر اس ٹوکری میں سے جو تانہ میں تھی شراب کی بوتل نکالی۔ سپاہی نے ہندوئی زمین پر رکھ لی۔ اور کاگ کھول کر بوتل کو ہتھ لگایا۔ پھٹکا گھونٹ کافی لبا تھا۔ اور دوسرے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ سر میں چکر آگیا۔ جلدی سے بوتل فینٹ کے ماتھے میں دے دی۔ اور تیرا کر فرخ زمین پر گر۔ ہندوئی الگ جا رہی کرتے ہوئے اس کے منہ سے فقط ایک لفظ نکلا۔ اُف۔ دغا!

آواز چونکہ بدھم تھی۔ اس لئے کسی کو سنائی نہ دی۔ اس کے ایک لمحہ بعد وہ بے جان لاش کی طرح بے حرکت ہو گیا۔ فینٹ ڈھسی۔ خیال آیا۔ شاید دوا زہریلی تھی۔ اس لئے مر گیا۔ لیکن فوراً اس جان بھال کر کے ڈالنگا کے الفاظ یاد کرنے کی کوشش کی جس نے دو لکے اثرات کو مفصل بیان کیا تھا۔ اس کے عجیب سے ایک سپیہ رومان نکال کر بلانا شروع کیا۔ وفتاً خندق کے پانی میں کسی چیز کے گرنے کی آواز آئی۔ معلوم ہوا کہ قیدی نے رات کی تاریکی میں اس کا اشارہ دیکھ لیا۔ یہ آواز اس رسی کے پانی میں گرنے کی تھی جسے ڈالنگا نے کھڑکی سے ہاتھ کر نیچے ٹسکا دیا تھا۔

فینٹ سے ریتیاں حاصل کرنے کے بعد اس نے تین چار گھنٹہ میں بڑی محنت و سرگرمی سے کام کیا۔ ریتیاں کی مدد سے پہلے بیڑیاں کاٹیں پھر کھڑکی کی ایک سالن کو قطع کیا۔ جس اتفاق سے فورا میں کوئی نا دیدہ رکاوٹ حائل نہ ہوئی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد فینٹ کو خندق کے کنارے اضطراب مجسم بنی کھڑکی تھی۔ ایک دھندلی صورت کھڑکی سے نکل کر رسی کی مدد سے نیچے اترنی نظر آئی۔ پھر پانی میں چھپ چھپ کرنے کی آواز سنائی دی۔ خندق بہت گہری تھی۔ اور اس مقام پر اسکی چوڑائی تبس گز سے کم نہ ہوگی۔ مگر ڈالنگا اچھا تیراک تھا۔ دو چار فٹ مار کر اس کنارہ پر جا دگا۔ جہاں ستیری یہوش پڑا تھا۔ اور فینٹ اس کا انکار کر رہی تھی۔ مگر عین اس وقت جب عشوق کے ماتھے عشوق مسرت سے دلدار کی طرف بڑھا چلے تھے۔ اور ڈالنگا اور فینٹ میں صرف چند فٹ کا فاصلہ حائل تھا کسی نے اندھیرے میں شور مچانا شروع کیا۔ بکرو۔ بکرو۔ قیدی بھلا گیا!...

فینٹ!... آہ! بدکردار لڑکی!...

آواز فینٹ کے باپ کی تھی۔ جو کھیتوں سے گذر کر خندق کی طرف آ رہا تھا۔ اسکی تیز آنکھ نے اندھیرے میں قیدی کو بالافانہ سے اترتے اور خندق عبور کرتے دیکھ لیا۔ اور اسے پکڑنے کو دوڑا۔ فینٹ کی توجہ چونکہ ڈالنگا پر لگی ہوئی تھی۔ نیز اس کے پانی میں تیرنے سے آواز بھی میدانِ سرتی تھی۔ اس لئے وہ باپ کی آمد سے بے خبر رہی۔ اور اس کے پاؤں کی چاپ نہ سن سکی اتنے میں فینٹ کا باپ قرب آ پہنچا۔ اور ادا کے عرض کے جوش میں انھما ہو کر ڈالنگا

سے پٹ گیا۔ مگر ان کی جہاد بہت دیر عالم نہ رہ سکی۔ ڈومار گاؤں دس ہزار دیوؤں کی طاقت سیدھا ہو چکی تھی۔ یاس سے ہمت کو ناقابلِ مغلوب بنا دیا تھا۔ اس نے بد نصیب پہرہ دار کو اس طرح مرضِ زمین پر گرا دیا۔ جیسے کوئی بے جان چیز گرتی ہے۔ فینٹ بدحواس ہو گئی۔ سبھی شائد بآپ مر گیا۔ دودھ ٹپتی ہوئی اس مقام پر گئی۔ جہاں وہ بے ہوش پڑا تھا۔ اور اس کے پاس دوزخ ہو کر بیٹھ گئی۔ ادھر ڈومار گاؤں نے وہ فرار خالی دیکھی تو تہ فینٹ کا خیال کیا۔ نہ اس کی ہمدردی کا۔ نہ خجی ہرن کی تیزی سے بھاگا۔ اس کے ایک لمحہ بعد جب فینٹ نے آنکھ کھل کر دیکھا تو وہ نظروں سے غائب ہو چکا تھا!

اس بات سے بالکل بے خبر کہ پاؤں کدھر اٹھ رہے ہیں۔ اور دیکھتے کہاں جانا چاہیے ڈومار گاؤں جھاڑیوں کو پھانڈتا۔ کھیتوں کو عبور کرتا اور صحاحند دوڑا گیا۔ وہ جانتا تھا کہ پہرہ دار کی آواز سن کر جینٹا میں ہنگامہ برپا ہو جائے گا۔ اور بہت سے آدمی گھوڑوں پر سوار ہو کر میرا نقاب لکریں گے۔ خوف نے اس کی ٹانگوں میں پر لگا دیئے۔ اب نہ غرب فینٹ کے ایشار کی پروا تھی۔ نہ اس بات کی کہ میرے ماتحتوں اس کے باپ کا خون نہ ہو گیا ہو۔ فقط اپنی سلامتی کی فکر باقی تھی۔ فتنورے فاصلہ پر کمیت میں ایک گھوڑا چر رہا تھا۔ جھٹ اس پر سوار ہو گیا۔ اور درخت سے ایک چھڑی توڑ کر اس کو زور سے ہٹکانے لگا۔ اسی طرح کاٹھی اور زن کے بغیر سیلوں بکلی گیا۔ ٹیٹھریٹ دودھ سے گھوٹے کا دم پھولنے لگا۔ ڈومار گاؤں نے یہ حالت دیکھی تو اس کے دہن میں جوڑ پھل چلنے لگا۔ فتنوری دھڑل کر روشنی نظر آئی۔ سمجھا کوئی گاؤں یا قصبہ آیا ہے۔ پچھلے دوسری طرف مڑا چاہتا تھا۔ پھر کھینچ کر کہنے لگا۔ "ہنیر اس روشنی کی طرف ہی چلنا چاہیے۔ نقاب لکرنے والے سمجھیں گے اس جگہ نہیں ٹھہرا۔ کیا عجیب حفاظت کی کوئی جگہ مل جائے۔"

روشنی کی سیدھا چرچتا وہ ایک کھلی عمارت کے پاس پہنچا۔ معلوم ہوا گاؤں کی سرحد پر تنگناڑ کا کھلیاں ہے۔ اندر سے گانے کی آواز اور طبلہ کی گنگ سنانا دیتی تھی۔ مگر درگ بے شرم تھا۔ اور سارے سال۔ سوچا۔ بس ہو رہا ہے۔ یہ مکان کے پھلی طرف گیا۔ تو ایک دروازہ کھلا تھا۔ دھندلی روشنی میں دیکھا کہ کمرہ میں دہشتی دیوار کے ساتھ چھوٹے کا انبار لگا ہوا ہے۔ اور اس کے ایک میلا کپڑا یا کسی کپڑے کا پردہ لٹک رہا ہے۔ حاضرین کی وہ ۱۰۔ اور تماشہ والوں کے سڈور وغل سے یقین ہو گیا کہ پہلا خیال صحیح تھا۔ ضرور کسی شتم کا تماشہ ہو رہا ہے۔

بس یہ جگہ سب بھٹوٹے۔ اس نے اپنے دل سے کہا۔ "ہاں پر میری موجودگی کا کس کو خیال ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہمیں چھپنا چاہئے۔" اور یہ فیصلہ کر کے وہ ایسے مہرے پر چب تماشائی صدمہ سے

تحسین بلند کرنے میں مشغول تھے۔ وہ بے پاؤں اس کمرہ میں گھس گیا۔ جہاں خشک گھاس جمع تھی۔ اور اس میں دبک کر جمیٹ گیا۔

ڈانارگا نے جسم کی زندگی میں کئی نشیب و فراز دیکھے تھے۔ بارڈاپین اور ٹائی کی سیاحت کو چکا تھا۔ اور موزامبیک و برطانیہ کے صدر مقامات سے لوگھری طرح بے تکلفی تھی۔ اس سیر و سیاحت کی زندگی میں وہ مختلف مذاہب سے بھی واقف ہو چکا تھا۔ اس لئے فرانسیسی نژاد ہونے کے باوجود انگریزی سے بے بہرہ نہ تھا۔ اس نے بہت جلد معلوم کر لیا کہ تماشہ والے انگلستان کے باشندے ہیں۔ مگر اب یہ فکر لاحق ہوئی کہ ان سے فائدہ کیونکر اٹھایا جائے۔ بے شک پروانہ رمدادی اس کے پاس تھا۔ مگر اسے دکھانے کی جرات نہ ہو سکتی تھی۔ کیونکہ اس سے فوراً شخصیت ظاہر ہو جاتی۔ پروانہ کے بغیر سفر کرنا بھی محال تھا۔ بالظہر ظاہر ہی شباب تبدیل کرنے کو میرٹھ میں صاف کر دیتا اور پھیس بدل لیت۔ تو رمدادی کا سوال پھر بھی باقی رہ جاتا تھا۔ نیا پروانہ بھی حاصل ہو سکتا تھا۔ کہ پرانا دکھایا جائے۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ میرٹھ فرار پر ہر حصہ ملک میں شہر پانہوگا۔ اشتہار شائع ہوں گے۔ اور انعام مستحق بن گئے جائیں گے۔ ان حالات میں حراست سے بچنے کی فقط ایک تدبیر نظر آتی۔ یعنی جس طرح ممکن ہو ان لوگوں کی جماعت میں شامل ہو جائے۔ اور پھیس بدل کر ان کے مشترکہ پروانہ کی حفاظت میں سفر کرنا ہے۔

وہ اس نتیجہ پر پہنچا ہی تھا کہ وہ سیانی وقفہ کا پردہ گا۔ اور دو تین آدمیوں نے ساز بجانا شروع کیا۔ اب ڈانارگا اس مقام سے جہاں وہ چھپا ہوا تھا۔ تماشہ والوں کو اچھی طرح دیکھ سکتا تھا۔ معلوم ہوا۔ تہا مت غریب آدمی ہیں۔ ان کی صورت ہی سے فلاکت اور نکت برستی تھی۔ اس کے باوجود سب آدمی خوش اور مطمئن تھے تماشہ کا ایک باب ختم ہوا۔ تو آٹھائے دفعہ میں جس طریقہ پر انہوں نے اپنی سادہ خوراک کو بانٹ کر کھایا۔ اور جس طرح ہنس ناس کر باتیں کرتے رہے اس سے ان کی خوش طبعی ظاہر تھی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد پردہ پھر اٹھا۔ اور کھیل شروع ہوا۔ حاضرین فرانسیسی مگر تماشہ والے انگریز تھے۔ اس کے باوجود کھیل ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔ کیونکہ گو حاضرین ایکڑوں کے اعداد سمجھنے سے قاصر تھے۔ تاہم ان کی نقل و حرکت سے بہت حظ اٹھاتے تھے۔ اسی طرح کھیل جاری رہا۔ حتیٰ کہ اس کے خاتمہ پر آخری بار پردہ گرا۔

ڈانارگا کی جیب میں اس وقت نقدی کی قسم سے پائی تنگ نہ تھی۔ جتنا روپیہ اس کے پاس تھا وہ سب کا سب گرفتاری کی جامہ تلاش پر لے لیا گیا تھا کہیں سے روپیہ ملنے کی امید بھی نہ تھی۔ مینٹ سے اس نے اپنے ذہینہ کا جو قصہ بیان کیا۔ وہ اتنا ہی فرضی تھا۔ جیسے کوہستان ایلپس کے قلعہ کا افسانہ۔ وہ

میں شیخ عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ اور صبا اس تماشا کے لوگوں میں عموماً دیکھا جاتا ہے۔ جو ابھی کھلتا تھا۔ جب کبھی لوٹ کار پیہ لٹھ آتا۔ نو فرانس کے کسی بڑے شہر میں جا کر اس وقت تک بے دریغ خرچ کئے جاتا۔ جسے انہی ضروریات زندگی سے تنگ نہ کرنے پر مجبور ہوتا۔ خیر حید یا بیان کیا گیا ہے۔ اس وقت وہ بالکل بے زہ تھا۔ اس لئے تماشہ والوں میں ستریاں ہونے کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ کھلیاں گاؤں کے ایک کاشتکار نے تماشہ والوں کو بے معاصہ دے دیا تھا۔ اور وہ تماشہ کرنے کے علاوہ بیستے بھی اسی میں تھے۔ جب کھیل ختم ہوا۔ اور حاضرین رخصت ہو گئے۔ تو ایک بڑوں میں سے ایک ان لالیشوں کو اتارنے لگا جو دروازہ پر ٹکی ہوئی تھیں۔ اس کے بعد سب لوگ دروازہ بند کر کے آرام کی تیاری کرنے لگے۔ جماعت کے منتظم نے اس دن کی آمدنی گنتی شروع کی۔ اور سب ہی رقم معلوم کرنے کے لئے اس کے گرد جمع ہو گئے۔ حالانکہ ان میں سے ہر ایک پہلے ہی اس بات کا اندازہ کر چکا تھا کہ اس رات کی آمدنی کس قدر ہے۔ پھر حال آخری میزبان ہر شخص کے لئے باعث اطمینان ہوئی۔ اور سب لوگ خوش ہو گئے۔ داماد گانے یہ حالت دیکھی تو موقع کو مفید مطلب سمجھا۔ اور سوچنے لگا کہ اس سے فائدہ کیونکر اٹھایا جائے۔

حاضرین سے نظر ہٹا کر وہ دبے پاؤں اس مقام سے باہر نکلا۔ جہاں اب تک چھپا بیٹھا تھا دھیر دھیر عقبی دروازہ کو اس طرح زور سے کھولا اور بند کیا کہ معلوم ہوتا تھا ابھی کمرہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ آواز سن کر سب آدمیوں نے کان کھڑے کر لئے۔ نظر اٹھا کر دیکھا۔ تو منبع کی دھندلی روشنی میں ایک متناسق لافظا خوش پوش آدمی جس کی صورت سے رعب برستا تھا۔ اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ قریب آیا تو معلوم ہوا کہ اس کے کپڑے بیگے چمکے ہیں۔ اور صورت کہہ ہی ہے کہ اسے کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے۔ کپڑوں میں جا بجا کچھ کے دارے لگے ہوئے تھے۔ اور پھوس کے تھکے اس کے بالوں اور گچھوٹوں میں اچھے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔

ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ داماد گانے ان لوگوں سے مصیبت و پریشانی کی کیسی ہونیک فرغی داستان بیان کی ہوگی۔ اس سے لے کر ہمیں دراصل ایک خاندانی رئیس ہوں۔ ایک دوست کی بے وفائی سے سب زرو مال مانتے سے جا تارہ۔ اب فرخزادہ ناک میں دم کر رہے ہیں۔ اور قارق ایک لمحہ کو چین نہیں لینے دیتے۔ بمشکل ان سے بچھا چکر کر دیا اور ندیاں پیرتا جنگلوں کی خاک چھتا تیاہاں تک آیا ہوں۔ اگر آپ لوگ کسی طرح مجھے پیرس پہنچاویں تو یقین ہے۔ اس جگہ بعض دوستوں سے کافی امداد حاصل کر لوں گا اور آپ کی عنایتوں کا معاوضہ زندگی کی صورت میں پیش کرے گا۔

ڈمارگانے یہ داستان کچھ ایسے سوز و گداز سے بیان کی کہ سب کو اس کا یقین ہو گیا۔ کچھ آدمی
 ہمدردی دکھانے کے خیال سے اور کچھ نفرت کی امید پر اس کی مدد کو تیار ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔ بتائیے
 ہم آپ کے لئے کیا کر سکتے ہیں؟ ڈمارگانے کہا۔ میں فقط اس قدر چاہتا ہوں کہ آپ لوگ میرا بھیس
 بدل کر اپنے ساتھ ملا لیں۔ کیونکہ اس سے مجھے آپ کے پروردگار راہداری کے پردہ میں سفر کی سہولت ہوگی
 آپ لوگوں کے ساتھ کسی دور دراز مقام پر چلا جاؤں گا۔ اور اس شب دروازے کی بجگہ در سے جو پیش آ رہی
 ہے نجات مل جائے گی۔

تماشہ وہاں نے ایک ڈاکو جماعت کی گرفتاری کی رٹنی سی خبر سنی تھی۔ مگر یہ لوگ اپنے دھتے
 میں اتنے مصروف و منہمک تھے کہ غیر ملک کا دورہ کرتے ہوئے ان باتوں پر زیادہ توجہ نہ دے سکے ایسے
 حالات میں ان کے دل میں ڈمارگانے کے متعلق کوئی شبہ پیدا ہوا۔ نہ اس کی داستان سے بدگمانی ہوئی
 جماعت میں سات آٹھ مرد اور تین چار عورتیں شامل تھیں۔ آخر ان کو ڈمارگانے سے اور بھی ہمدردی ہوئی وہ
 کوئی برا ہی بے رحم شخص ہوگا۔ جو ایسے مرد وشریف پر جس کی موجودگی اتنی خوشنما اور بارعب ہے اور جسے ایک
 درست نے شرمناک دھوکا دیا۔ اس طرح سختی کر رہا ہے۔ چونکہ یہ لوگ دہات میں ایک عام دورہ
 کر رہے تھے۔ اس لئے ان کو اس بات کی پروا نہ تھی کہ یہاں سے کس طرف روانہ ہونا چاہیے۔ پس
 ڈمارگانے کی اس تجویز پر کہ ہم لوگ جبردار راستے سے پیروں کی طرف ہولیں فوراً راضی ہو گئے۔ چٹاؤں میں
 ان کا پروگرام ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے فیصلہ ہوا کہ صبح سویرے ہی یہاں سے چل دیں۔ مگر دعاؤں سے پہلے
 ڈمارگانے کا بھیس بدلنا ضروری تھا۔ اس کا عمل فوراً شروع ہوا۔ سب سے پہلے ان باقی موجودوں اور خوشنما
 گھمبھوں کی صفائی ہوئی جن پر ایکسٹریورٹ فرنیچر ہوئی تھیں۔ پھر سر کے بال بھی ششماشی کئے گئے پھر
 کی صفائی نے صورت ہی بدل دی۔ اور اس کے بعد جب مصدعی بھورے بالوں کی ٹوپی اور حادی
 گئی۔ تو کوئی ایسے پہچان ہی نہ سکتا تھا۔ اب اس نے اپنے کپڑے اتار دیے۔ اور پرانی وضع کا ایک سوٹ
 جو کہ کسی کے منتظم نے مستعار یا تھا پہن لیا۔ ان کاموں سے قطع ہو کر باہر آیا۔ تو عجیب مضحکہ خیز صورت
 نظر آتی تھی۔ لباس دھیلیا۔ چہرہ چھلے ہوئے آلو کی مانند صاف اور بھولے پھولے دکھنے والی دودھی
 ایسے معلوم ہوتے تھے گویا کرکڑی مرغی بھی ہے۔ رعب و دجاہت رخصت ہو گئے۔ یہاں تک کہ غر
 نگاہ میں بھی اس پر مل صورت میں ڈاکو ڈمارگانے کی شکل صورت پہچان نہ سکتی تھیں۔ ایک کان نے اپنے
 اناج دھوئے کی گاڑی مستعار دی تھی۔ تماشہ والے ڈمارگانے کو ساتھ لئے اسباب سمیت اس میں لد کر
 سویرے ہی کسی طرف کو روانہ ہو گئے۔ اور ڈمارگانے کے زیر ہدایت وہی راستہ اختیار کیا گیا جو اس

جیلخانہ سے بہت دور لے جاتا جس سے وہ فرار ہوا تھا۔

ٹانگا کی خوشیوں کا کیا کہنا، خوشگ گھاس میں دبھا ہوا جس وقت وہ سوچ رہا تھا کہ مجھے ان کو مل سکے اس طرح کی مدد یعنی چاہیے۔ تو اسے موجودہ کامیابی کا خواب و خیال بھی نہ تھا۔ ہاں ایک خوف اب بھی دامگیر تھا۔ یعنی وہ ڈرتا تھا کہ اس جماعت کا کوئی آدمی جو فرانسیسی جانتا ہو۔ اگر پولیس کے جاری کئے ہوئے انعامی اشتہاروں کو دیکھ لے گا۔ تو سیر کیا حال ہوگا۔ یہ لوگ فوراً پہچان میں آگے۔ کیونکہ وہ مفروضہ قیدی ہے جس کے لئے اشتہار جاری کئے گئے ہیں۔ کیونکہ وہ اس کا صحیح حلیہ ابھی طرح دیکھ چکے تھے۔ مگر رستہ میں اس نے اپنے ساتھیوں کو کچھ اس طرح باتوں میں لٹکائے رکھا۔ اور ان کو ایسی ایسی دھمپ حکایتیں سنائیں کہ سب کی توجہ ان باتوں پر لگی رہی۔ نہ کسی نے اشتہار دیکھے۔ نہ کسی کو بدگمانی ہوئی اتفاق سے گاڑی چلنے والا فرانسیسی سے ٹالہ تھا۔ غرض سب حالتیں ڈانڈا لگا کے لئے مفید ثابت ہوئیں اور وہ ہر طرح کے شک و شبہ سے محفوظ رہے۔

باب سوم

محبت کا انتقام

لیکن سروسٹ اس کو بہت چھوڑ کر ہم اس جیلخانہ کی طرف چلتے ہیں جس سے وہ فرار ہوا تھا۔ مظاہرین بھولے نہ ہوں گے کہ فینٹ باپ کی ہلاکت کے خوف سے سخت پریشانی کی حالت میں اس کے بے حرکت جسم کے پاس دو آؤں ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ ٹھوڑی دیر تک وہ یاس و فحشالی کی صورت بنی۔ اس کے پاس بیٹھی رہی۔ اس کے بعد پہرہ دار نے زندگی کی علامات ظاہر کرنا شروع کیں۔ باپ کو حرکت کرتے دیکھ کر فینٹ کے دل سے بھاری ہوجھ اٹھ گیا۔ شور و غل کی آوازوں سے کئی لوگ بیدار ہو گئے۔ رات وہ سب دوڑتے ہوئے اس مقام کی طرف آئے۔ جہاں ستر کی اب تک بہوش پڑا اور فینٹ کا باپ رفتہ رفتہ آنکھیں کھولنے لگا تھا۔ ان واحد میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ ڈانڈا گھر فرار ہو گیا۔ کئی آدمی فحاشی میں دوڑائے گئے اور ساتھ ہی انعامی اشتہار چھپانے کا کام بھی شروع ہوا۔ تعاقب کرنے والوں میں سے ایک آدمی اس گاؤں سے بھی گذر رہا تھا۔ تاکہ دالوں سے یاد نہ لگائے۔ لڑکھا۔ دنگر شخص نے یہ خبر سنی نہیں پہی کہا کہ اس حلیہ کا کوئی آدمی گاؤں میں نہیں آیا۔

ساتھ میں ستر کی کو بھی ہوش آ گیا تھا۔ فینٹ نے زائد زور سے اور معافی کی التجائیں کرتے ہوئے

اقرار کیا کہ میری ہی سانش سے قیدی فرار ہوا۔ باپ نے بہت ملامت کی۔ اور جس ستری کو نشہ آمیز شراب پلائی گئی تھی۔ اس نے بھی سخت مسرت کہا۔ اسی طرح اور لوگوں نے بھی زبرد تو بیخ میں حصہ لینا داخل تو اب سمجھا۔ مگر جو ہو چکا۔ اس کا چادرہ کیا تھا؟ اب بے فیضی لڑائی کی بھی آنکھیں کھلیں۔ اور اس نے معلوم کیا کہ یہ شخص دعوے بے گناہی کے باوجود واقعی قاتل تھا۔ چنانچہ نسران جیل نے بیان کیا کہ ڈیم راکٹ نے آج ہی جیل خانہ کے پادری کے سامنے سائے حالات کا اقرار کیا ہے۔ اس سے فیٹ کو یقین ہو گیا کہ وہ ملگکا بڑا دھوکہ باز ہے۔ اس نے دے ہوئے فرار نہ اور واری ایلیس کے قلعہ کا جو حال بیان کیا۔ ضرور وہ بھی فرضی تھا۔ اور اس نے کذب و افترا کا یہ طوطا فقط اس لئے باز نہ کیا۔ کہ بچے ورنہ لڑنا یہاں طلب نکال لے۔ یہ سوچ کر اس بے فیضی لڑائی کو جس قدر بیخ و خم ہوا۔ اس کی تفصیل لاجل ہے۔ مچھل اور ستر یہ ہونے کے باوجود چونکہ طبعا نیک اطوار تھی۔ اس لئے ملامت و نفرین کی پوچھا جسے پانی پانی ہوئی جاتی تھی۔

دروغہ صاحب بڑے المیہ منان سے نوم بستر پر استرحت فرما رہے تھے کہ ناگاہ اس حادثہ کی اطلاع ہوئی۔ بہت جھلائے۔ اور قویں نہ چلا۔ فیٹ کے باپ پر برسنا شروع کیا۔ کیوں ہی سرکاری ملامت کی اسی طرح کی جاتی ہے! تم تو کہتے تھے رات کے آٹھ بجے تک واپس آ جاؤ گے۔ تمہاری گھڑی میں کیا اس وقت آٹھ بجے ہیں؟ تم اگر وعدہ پر آ جاتے۔ تو اس لڑکی کو ہرگز تا عاقبت اندیشی کا موقوفہ نہ ملتا۔ اسی پر میں ہوتی تو فیضی غصہ کے جوش میں فیٹ کے باپ کو ایک قلم موقوف کر دیا۔ اور کہا سلامتی چاہتے ہو۔ تو صبح ہوتے ہوئے شہر کی حد سے باہر نکل جاؤ۔ ورنہ واپس چلاؤں کر دے گی۔ غریب سے بہت فریاد کی۔ مگر ایک پیش نہ گئی۔

اس بچہ کو واپس لے کر فیٹ نے فیٹ کو دل شکستہ کر دیا۔ اس خالہ نے بھی جس سے ملنے کو باپ جھپٹ لیکر لیا تھا۔ بہت لے دے کی۔ بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ میں ایسی خود مر لڑکی سے واسطہ نہ رکھوں گی۔ تمہارا باپ تو کسی ڈونڈہ نے جارہے۔ تم بھی جہاں سنگ سلتیں چلی جاؤ۔ تا دیری میں اس غریب کو بیٹی کا بوجھ خود ہی اٹھانا پڑا۔ آخر جب کئی ہفتہ ناظر نہ آیا تو اس نے ایک بھائی کے ہاں جانے کا ارادہ کیا۔ جو قریباً ۸ میل دور ایک قصبہ میں بڑوہ کی دوکان کرتا تھا۔ لے دے کو فیٹ کے باپ کی ساری تنخواہ ۱۸ یا ۲۰ روپے تھی۔ احتیاج کا سامنا بے شک نہیں تھا۔ لیکن فکر فردا ہر لمحہ دانگ رہتی تھی۔ ناچار باپ بیٹی ایک اڑن سفر کی گاڑی پر سوار ہو کر قصبہ نہ کور کی طرف روانہ ہوئے۔ باپ بہت بھرپوری کو صحت ملامت کرتا رہا۔ نہ تم تو میں نہ آج یہ روز بد دیکھنا پڑتا ہے۔ جاری فیٹ بہت

دوئی۔ بار بار اپنی حماقت تسلیم کر کے باپ کے معافی کی التجا میں کرتی تھی۔ مگر وہ کچھ ایسا شقی انقلاب تھا کہ بیٹی کی الحاح و دہاری بھی کچھ اثر پیدا نہ کر سکی۔ اسی طرح بکتے بھکتے آنکھ لگ گئی۔ مگر فینٹ یاس و حسرت کی تصویر بنی چپ چاپ کھڑکی کی باہر کی طرف دیکھتی رہی۔

دستیں گھوڑے تبدیل کر کے لے گاڑی ایک سرے کے آگے بھڑکی۔ فینٹ کا باپ اسی طرح بے خبر سو رہا تھا۔ مگر وہ کی نے سرے کی دیوار پر ایک اشتہار دیکھا جس پر ڈانگا کا نام چلی حرفوں میں لکھا تھا۔ اور اس کے تحت میں لکھا ہوا تھا کہ جو اس کو گرفتار کر لے۔ اس کو ایک ہزار فرنیٹ (قریباً چالیس پونڈ) انعام دیا جائے گا۔ اشتہار پڑھ کر فینٹ کے دل میں کئی طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے۔ یہ وقت اس کی محبت کے امتحان کا تھا۔ اب اسے یہ غور کرنے کا موقع مل گیا۔ کہ میرے دل میں اس آدمی کی محبت کیا ابھی تک باقی ہے۔ یا نفرت میں بدل گئی ہے؟ دل سے پوچھا۔ اگر اس وقت ڈانگا اپنے پہاڑی قلعہ و دبے شمار دولت کا مکمل ثبوت پیش کرے۔ تو کیا باپ کا ساتھ چھوڑ کر اس کے ہمراہ چلی جاؤں۔ یا اب کچھ نظر انداز کر کے باپ کے پاس رہنا اور اس کی چلی کٹی ماتیں سننا منظور کروں؟

اتنے میں گھوڑے بدے گئے۔ اور گاڑی پھڑکے کی طرف چلنے لگی۔ مگر فینٹ یہ دستور چپ چاپ بھی ہوئی دل ہی دل میں سوچتی رہی۔ باپ کی آنکھ کھلی۔ تو اس نے پھر وہی ملا متوں کی پوچھا اور شرم کر دی۔ فینٹ چپ چاپ سنتی تھی۔ مگر نہ دوئی نہ معافی کی خواہش تیار ہوئی۔ اب اس کی صورت سے پتہ چلتا تھا کہ یہ باتیں اس کے دل پر اثر نہیں کرتیں۔ باپ اس خاموشی کو بیٹی کی سنگینی اور لا پرواہی سے منسوب کر کے زیادہ گرایا۔ مگر فینٹ کے سکون میں پھر بھی فرق نہ آیا۔ کچھ دیر بھک کر وہ پھر سو گیا اور سفر کا باقی حصہ اس کے سوتے میں ہی بسر ہوا۔

رات کی تاریکی چاروں طرف پھیل چکی تھی۔ کہ گاڑی اسن تصبیہ میں پہنچی۔ جہاں ان لوگوں کو اترنا تھا۔ سرے تک پہنچتے پہنچتے اور اوپر ہو گیا۔ اس لئے یہی بہتر نظر آیا۔ کہ ملاقات کل پر ملتوی کی جائے۔ رات سرے میں بسر ہوئی۔ آخر جب دن نکلا۔ تو فینٹ کا باپ اکیلا بھائی کی تلاش میں چلا لیکن مکان پر جا کر معلوم ہوا کہ وہ ایک دن پیشتر کسی مصروفیت سے پرس چلا گیا ہے۔ اور فریڈا ایک سفینہ وہیں رہ رہیگا۔ اس شخص یعنی فینٹ کے چچا کی اب تک شادی نہ ہوئی تھی۔ جاتے جاتے وہ اپنی دوکان ایک شاگر کے حوالہ کر گیا۔ جو فینٹ کے باپ کو پوچھا تا رہا تھا۔ اب بھائی کی واپسی تک اس کے مکان میں رہنا بھی دشوار رہا۔ پس جب سرایے میں واپس گیا۔ تو غصہ کا پلہ بہت

پڑھا ہوا تھا۔ وہ اس جاکر نافرمانی وادراکی کی پھر سے خبر لینی شروع کی کیونکہ اسی کی بدولت ساری پریشانی برداشت کرنی پڑی تھیں۔

عزیز راکی باپ کی ملازمتوں کو چھپ چھپ سنتی رہی۔ آخر جب غصہ کی جگہ سکون نے لی تو یہ فکر دماغگیر ہوئی۔ کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ آخر ہی فیصلہ یہ ہوا کہ بھائی لگی دہی تک اسی سڑک میں قیام ہو۔ ایک مہینہ گزر گیا۔ اس عرصہ میں فینٹ ایک نافرمانی وادراکی طرح باپ کی خدمت گزار رہی کرتی رہی۔ وہ جب کبھی غلامت کرتا۔ تو یہ نہ اس کی باتوں کا جواب دیتی نہ پہلے کی طرح معافی ہی مانگتی تھی۔ باپ نے سمجھا میں نے راکی کا مزاج سمجھنے میں غلطی کی جسے میں اسکی لاپرواہی نہ خیال کرتا تھا۔ وہ حقیقت میں شکستہ دل ہے پس فیصلہ کیا کہ روز روز کی سخت سزا باتوں کا سلسلہ موقوف کر دینا چاہئے۔ اس دن کے بعد اس نے بیٹی کو غلامت کرنا چھوڑ دیا۔ مگر ہر وقت افسردہ و غمگین رہتا تھا۔

انہی دنوں فینٹ کچا چا پر بس کے سفر سے ناکام ہو کر ملول و محزون واپس ہوا۔ ادنیٰ قدر تاہیناج اور کیا تھا۔ اس کو فقط روپیہ جمع کرنے کی چاہ تھی۔ پھر وہی کے نام تک سے بے خبر تھا۔ امداد کے بدلے بھائی اور بھتیجی کے سامنے پند و نصیحت کا دفتر کھول بیٹھا۔ وہ۔ خوب حماقت کی۔ اب اپنا کیا آپ بھگت رہے ہو۔ اتنا تو میں کر سکتا ہوں کہ جب تک تمہارے روزگار کی صورت پیدا نہ ہو سکے مکان پر رہو۔ اور جو کچھ بڑا بھلا میسر ہے۔ کھاتے رہو۔ اس سے زیادہ میرے بس کا نہیں ہے۔ باپ بیٹی نے اسی کو غنیمت سمجھا۔ اور سہلے سے اس کے مکان پر آگئے۔

فینٹ کا باپ اب شب و روز ملازمت کی تلاش میں پھرتا مگر کہیں کامیابی نہ ہوئی۔ انہی دنوں معلوم ہوا۔ ایک دوکان کا مالک صاحب قابل فروخت ہے۔ دوکاندار اس کے بچاس پونڈ مانگتا تھا اور یہاں اعتراضات کے بعد فقط پندرہ پونڈ باقی رہ گئے تھے۔ بھائی نے نوکر لگا دیں کس بے پردہ دہکوں، پہلے ہی صد ہزار رشکوں میں چھینسا ہوا ہوں۔ گویا روزی کمانے کا یہ موقع بھی اچھے سے نکل گیا۔

باپ بیٹی کو یہاں آئے قرینا دس دن ہو گئے تھے۔ کہ ایک روز سہ پہر کو فینٹ افسردہ و پریشان خاطر شہر سے نکل کر کھیتوں کی طرف چلی۔ غم اس بات کا تھا کہ رشتہ داروں کے لئے ہماری موجودگی بمنزلہ بار ہے۔ مگر ہم کچھ کر نہیں سکتے۔ محنت مزدوری کی کوئی صورت ہو۔ تو میں باہل و بیخ نہ کروں مگر انہوں نے وہ بھی نہیں ملنی۔ ایک روز پہلے وہ کئی دوکانوں میں سلائی کے کام ڈھونڈنے لگی تھی

مگر ہر جگہ انکار ہوا۔ دو تین مقامات پر بالکوں یا لنگھ محروم نے اس کی طرف ہیروہ نظروں سے دیکھا اور گدھے الفاظ کہے۔ جنہیں سن کر غریب کا چہرہ ماٹے شرم کے سرخ ہو گیا۔ اور ایک جگہ تو کسی بیابک نے ایسی آمادہ گوئی کی کہ وہ آنسو ضبط نہ کر سکی۔ انہی فکروں میں سر بار بار چل رہی تھی کہ خیال آیا۔ میری ٹنگنی لوگوں کی نظریں کھینچ رہی ہے۔ ان کی نگاہوں سے بچے کو ہیرو نہ تھکتوں کی طرف چل دی۔ اور اس حکم ایک تنہا مقام میں درختوں کے نیچے بیٹھ کر پہلے جی کھول کر روئی۔ پھر آنکھیں پونچھ کر سوچ میں پڑ گئی۔

ہم لکھ چکے ہیں سینٹ قبول عہدت تھی۔ ایسی منگنی جو ان لوگوں کی کوجس کی خطا ارادہ ہی نہیں بلکہ ناعاقبت اندیشانہ ہو۔ اس طرح پریشان حال دیکھ کر واقعی اندوس ہوتا تھا۔ مگر اس غم کا چارہ کیا؟ وہ محسوس کرتی تھی کہ باپ فقط میری وجہ سے تباہ ہوا ہے۔ اور میں ہی اس کی تمام مصیبتوں کا باعث ہوں۔ کئی روز سے ایک عجیب خیال اس کے ذہن میں بچتہ ہو رہا تھا۔ وہ اس پر عمل کر کے کما ارادہ بھی کر چکی تھی۔ مگر کامیابی محض اتفاقات پر منحصر تھی۔

قریباً آدھ گھنٹہ اسی حالت میں بیٹھے ہوئے گزر گیا۔ اور وہ اس جگہ سے اٹھا چاہتی تھی کہ ناگاہ کسی کے پاؤں کی چاپ سن کر ٹھیر گئی۔ نظر اٹھائی تو ایک اجنبی دکھا دیا۔ دروازے پر چہرہ صاف سر پر بھڑکی بھڑکی بال اور ان کے اوپر چوڑے کنا سے کی ہیٹ لگی ہوئی تھی۔ لباس ادنیٰ جس کی ساخت ظاہر کرتی تھی۔ کہ اس کے لئے تیار نہیں ہوا۔ قمیص بھی میلی اور چہرہ پر ادب و سخت کے آثار نمودار تھے۔ ناظرین شخص ناماد گاہی تھا جو تماشہ دلوں کے سامنے اسی دن صبح کو اس قصبہ میں وارد ہوا تھا۔ مات کو ان لوگوں کا پہلا کھیل تھا۔ اس لئے سب آدمی تیار ہی کر رہے تھے۔ مگر دمار کا نامک میں حصہ نہیں لیتا تھا۔ محض پردوں کے پیچھے کچھ کام کیا کرتا تھا۔ دن کو وہ اس خیال سے پرے پڑے رہتا کہ باد کوئی جاسوس ہی جیس میں پہچان لے۔ اب بھی اپنے ساتھیوں کو اس سرائے میں چھوڑ کر جہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس خیال سے باہر نکلا کہ دن کسی باغ میں گزارے۔ اور جب بات ہو۔ تو پھر ان سے جا ملے۔ مگر جب کھیتوں میں سے گزرا تھا تو ایک جوان عورت کو گھاس پر بیٹھے دیکھ کر ٹھیر گیا۔ اور قبل اس کے کہ وہ اسے دیکھتی۔ جھٹ پڑ پڑ گیا کہ فریٹ ہے! اسے دیکھتے ہی خیال آیا کہ یا تو حالات سے مجبور ہو کر یا عشق کی خاطر میری تلاش میں گھر سے نکلی ہے۔ چونکہ آدمی خود بد تھا۔ اس لئے ظن آفر غالب ہوا۔ اس کا تہ سے جھٹلے سے بھی خیال نہ آیا کہ شاید بیٹی کی ناعاقبت اندیشی سے باپ کو قوت نہ ہو گیا ہے۔ اور یہ اس کے ساتھ یہاں آئی ہے۔ بہر حال وہ

وہ اس کے سامنے نہیں آیا، بلکہ یہ معلوم کرنے کو مصوڑی دے چڑچڑا چلا کھڑا رہا۔ کہ دیکھو بھگے بچا پتی بھی ہے؟ فینٹ نے ایک بار اس کی طرف دیکھا۔ پھر انھیں پھیر لیں۔ اسے گانہ گانہ نہ تھا کہ یہ خواست وادبار کی صورت وہی شکل وچہرہ ڈاکو سردار ہے جس نے چند گھنٹوں میں اس کے دل پر وہ اثر پیدا کیا تھا۔ جو شاید کئی ہفتوں یا برسوں میں ظاہر ہوتا۔

ڈاکو گانے چاروں طرف دیکھا۔ فینٹ اس جگہ تنہا بیٹھی ہوئی کچھ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی۔ چہرہ سے پریشانی کے آثار نمودار تھے۔ ڈاکو گانہ کو یہ حالت دیکھ کر یقین ہو گیا۔ کہ میری خاطر یا تو خود گھر چور کر چلی آئی ہے۔ یا اس کے باپ کے گھر سے نکال دیا ہے۔ لڑکی کی دل صورت بھی۔ اس لئے ڈاکو گانے سوچا۔ کہ اگر اس کو دہشتہ بنا کر رکھا جائے تو خوب ہوگا۔ محض دہشتہ نہ ہے۔ کہ سچی محبت کا اس کے دل میں شاید تک نہ تھا۔ وہ تو محض اس کی خوبصورتی پر مہم تھا۔

آہستہ چلتے ہوئے اس آکر اس دکش آواز میں جو قدرت نے اس کو عطا کی تھی۔ نرم لہجہ میں کہنے لگا۔ "یاد ہی فینٹ۔ کیا اس بندہ ناچیز کو پہچانتی ہو؟"

اس آواز کو سن کر فینٹ اس طرح چونکی کہ گویا لمبی گھاس میں چھپے ہوئے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ موٹی سیاح انھیں ڈاکو گانے کے چہرہ پر جم گئیں پہلے اس کے چہرہ پر خوف ظاہر ہوا۔ مگر فوراً اس کی جگہ تبسم نے لے لی۔ "اٹھ کر حیرت و خوشی کے اہم میں کہنے لگی۔ "ادہ! کیا ممکن ہے...؟ سچ آپ ہیں؟"

"فینٹ۔ فینٹ۔ تیرا آشفہ حال عاشق تیرے سامنے کھڑا ہے۔" ڈاکو گانے جواب دیا۔

"تیری محبت اس کے دل سے شمع بکھر کر نہیں ہوئی۔" اور یہ کہتے ہوئے اپنے بازو اس کی کمر میں ڈال دیا۔

"کاش یہ وعدہ محبت سچا ہوتا۔" فینٹ نے جلدی سے دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ اور اس کے چہرہ کو اس طرح بغور دیکھنے لگی۔ گویا یہ جاننے کی کوشش کرتی تھی۔ کیا اب بھی اس کے لفظوں کا اعتبار کیا جاسکتا ہے؟

"تیری میرا عشق صادق ہے۔" ڈاکو گانے جوش سے کہا۔ مگر بتاؤ کیا میرے الفاظ سے تم کو بھی خوشی ہوتی ہے؟ کیا میری تلاش ہی میں یہاں آئی ہو؟"

"یہ سچ ہے کہ میں آپ ہی کو ڈھونڈتی اس شہر تک آئی ہوں۔" فینٹ نے جواب دیا۔ "تھک کر اب میں ہو گئی تھی۔ کہ اتنا ناکاہ آپ کی صورت نظر آئی۔"

معلوم ہو گیا یہ میرے جذبہ صادق کا اثر تھا۔" ڈاکو گانے خوش ہو کر کہا۔ "مگر فینٹ مجھ سے ناراض تو نہیں ہو گئیں اس رات تم کو چھوڑ کر بھاگ گیا...؟"

ناراض! بالکل نہیں۔" رُکی نے جواب دیا۔ "مجھے اس بات کی سچی نہشتی تھی کہ آپ جیلینا سے بچ کر نکل آئے گا اس خیال سے بچ بھی تھا..."

"آہ! میں سمجھ گیا۔" ڈاکو سردار نے فینٹ کا ہاتھ اپنے ماتھے میں بیکر پایا کی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "بچ اس خیال سے ہوا کہ بس نہنا بھاگ آیا۔ اور تم کو ساتھ نہ لے سکا۔ مگر فینٹ۔ بچ کہتا ہوں۔ اس دن سے میری طبیعت سخت پریشان تھی کئی طرح کے خوفناک خیالات دل میں پیدا ہوتے تھے۔ نامعلوم تھا اسے والد کتنے خفا ہوئے ہونگے۔ اور تم پر کس درجے سختی کی ہوگی..."

وہ ضرور ایسا کرتے۔ مگر میں اسی دن وہاں سے بھاگ نکلی۔" فینٹ نے کہا۔ "میرا خیال ہے وہاں رہتی تو ضرور مجھے جان سے مار دیتے۔ اس لئے گھر بار چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ اور اسی دن سے آوارہ فیہ خانہاں پھر رہی ہوں..."

"مگر سچ کہنا۔ کیا سر وقت یہ امید انگیز نہ تھی کہ شاید دلدرا سے میل ہو جائے۔" ڈاکو گانے پوچھا۔ فینٹ کے چہرہ پر رونق آگئی۔ "ہی۔ آہ یہ امید شامل حال نہ ہوتی تو میں کیا ان مصیبتوں کا مقابلہ کر سکتی۔ جو میں نے گھر چھوڑ کر برداشت کی ہیں؟ سچ جانئے یہ آنکھیں آپ کی راہ دیکھتے پھرتی ہیں۔ پیادری پیادی فینٹ؟" ڈاکو گانے اسے چھاتی سے لگاتے ہوئے کہا۔ "تم جو میرے دل کی دکان ہو۔ تمہارے بغیر میری اپنی زندگی بڑی مصیبت سے بسر ہوتی تھی۔"

"نو کیا آپ کو لکھی ہوئی ہوتی ہے؟" فینٹ نے رخصتہ رخصتہ اس کی گرفت سے نکلتے ہوئے کہا۔ "واہ! یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟" ڈاکو گانے کہا۔ "تم مجھے اس مجلس میں دیکھ کر حیران ہو گئی۔ مگر سچ جانو۔ میں نے تعاقب سے پیچھے کے لئے یہ صورت نہیں بنائی۔ بلکہ میں ہر طرح کے خطروں کا مقابلہ کر کے پھر اسی مقام پر جانا چاہتا تھا۔ جہاں تم جیلینا میں رہتی تھیں۔ اور قصداً تمہیں اپنے ساتھ لانا تھا۔"

"اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو بھی مجھ سے کم محبت نہیں۔" فینٹ نے خوش ہو کر کہا۔ "کیا اس وقت آپ مجھی کو تلاش کرنے جا رہے تھے؟"

"ہاں۔ ہاں۔ تم نے خوب سمجھا۔" ڈاکو گانے جواب دیا۔ "لیکن اچھا ہوا کہ ہم ایک دوسرے سے مل گئے۔ اور اب کسی حال میں جدا نہ ہوں گے۔ کیوں پیادی؟"

فینٹ نے اپنی دست کا لی آنکھیں سیاہ کا چہرے کی طرف اٹھائیں۔ پھر فرسٹین کی طرف جھک گئیں۔ اس کے دھڑکنے پر شرم کی سرخی پھیل گئی اور سجا کر کہنے لگی۔ "کیا آپ مجھ سے"

شاوی کر لیں گے؟

”یقیناً داماد گانے جواب دیا نہیں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا۔ اس کو حرف بہ حرف پورا کر دو گا مگر میں میرے بچہ جیل کے آدمیوں نے میری خدمت تو نہیں کی تھی؟ وہ تم سے میرے خلاف کچھ کہتے تو نہیں تھے؟...“

”آپ بے حد اہم کو میں اتنی پریشان تھی کہ کسی کی باتوں پر توجہ نہ دے سکی“ فینٹ نے جواب دیا ”وہ رات تو جس طرح ممکن تھا جینا نہ میں بسر کی مگر دوسرے دن سویرے ہی اپنے زیور اور تین چار سو فرانک جو میں نے بڑی کفالت سے جمع کئے تھے ساتھ لے کر بھاگ آئی...“

”آجہا نو بچہ یہ تم نے کہاں رکھی ہوئی ہیں؟“ داماد گانے دل ہی دل میں خوش ہو کر پوچھا اور اس بات کا ارادہ کر لیا کہ اب نامک والوں کا ساتھ چھوڑ کر فینٹ سے رنگ لے لیاں منائی جائیں۔ ”روم اور زیور اسی مکان میں رکھے ہوئے ہیں۔ جو میں نے عارضی سکونت کے لئے اس شہر میں لیا تھا۔“ فینٹ نے جواب دیا۔ ”سچ جائے میں بڑی کفالت سے اوقات بسر کرتی رہی ہوں۔ کیونکہ نہیں جانتی تھی آپ کب تک ملنا ہو...“

”تم نے بہت اچھا کیا کہ روپے اور زیور ساتھ لے آئیں۔“ داماد گانے کہا۔ ”اب ہم بہت جلد اس ملک سے رخصت ہو جائیں گے۔ اور سوئٹزرلینڈ میں جا کر شاوی کر لیں گے۔ مگر میں تم میرے ساتھ چلنے کو کب تک نیا رہ جاؤ گی؟“

”اے! کیا سچ پچ آپ مجھے ساتھ لے جائیں گے؟“ فینٹ نے کہا۔ ”آپ کی عنایتیں واقعی مجھ کو مغلوب کر رہی ہیں...“

”فینٹ کیا تم میرے بیان پر شک کر سکتی ہو؟“ داماد گانے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر اس کے خوشنما چہرہ کو نظر شوق سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا میرے لئے یہ بیان کرنے کی حاجت ہے؟“ ”نہیں میں آپ پر بھروسہ کرتی ہوں۔“ فینٹ نے جواب دیا۔ ”میری تیاری تقریباً ایک گھنٹہ میں مکمل ہو جائے گی...“

”اور اس کے بعد مجھ سے آٹو کی۔“ داماد گانے فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ ”میرے خیال میں چاری ملاقات کے لئے یہی مقام بہتر ہو گا۔ اس لئے میں اسی جگہ تمہارا انتظار کروں گا۔ مگر دیکھو بڑی احتیاط سے کام لینا۔ اور کسی سے اس واقعہ کا ذکر نہ کرنا۔“

”اطمینان رکھئے کہ اسی طرح ہو گا۔“ دوشیزہ نے جواب دیا۔ ”سودت احوال معین۔“

بے بس ہیں انظار کریں گے۔“

”کچھو فیٹ بھول مت جانا۔“

”میں ایک گھنٹہ کے اندر اندر آپ کے پاس آ جاؤں گی۔“ اساکہ کراس نے ڈانرگا سے ماتھہ ملایا
بلی گئی۔

شہر میں داخل ہو کر وہ چچا کے مکان پر گئی۔ دیکھا کہ باپ چلات یاں میں سر جھکا بیٹھا ہے۔
فیٹ کو دیکھ کر کہنے لگا۔ ”گدہ ماری ماری پھرتی ہو؟ فیٹ میں اس آوارگی کو بالکل ناپسند
ہوں۔ چندے یہ حال رہا۔ تو ضرور کوئی نئی آخت پیدا کرو گی۔“
”نہیں ابا۔ آئندہ کبھی ایسی غلطی نہ ہو گی۔“ فیٹ نے جواب دیا۔

بہر حال تم کو چاہئے کہ اپنے لئے کہیں ملازمت کا انتظام کرو۔“ باپ نے کہا۔ ”آوارہ پھرنے
بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ میں بھی اپنے لئے ملازمت کی فکر کر رہا ہوں۔ کیونکہ دیکھتا ہوں۔ تمہارے
لوہاری دھانی دو بھر ہو رہی ہے۔ فیٹ۔ فیٹ تمہیں نے مجھ کو اس طرح تباہ ویراں کیا ہے؟
آبا خدا کے لئے اتنے مایوس نہ ہو۔ آپ ایک دوکان خریدنے کا ذکر کر رہے تھے۔۔۔“

”بس رہنے دو۔“ موقوف شدہ پہرہ دار نے غصہ سے کہا۔ ”پٹے کوڑی نہیں اور تو دوکان کے
ب دیکھتی ہے۔ وہی مثل ہوئی۔ سوت نہ کیا اس اور کو بی سے لھٹ لھٹا۔“

”مگر کیا اتنا پیسہ حاصل کرنا ممکن نہیں جس سے دوکان خریدی جائے؟“ فیٹ نے پوچھا۔

”بس ایک صورت ہے یعنی کوئی ایسی ترکیب آجائے جس سے ٹھیکریوں کے پیسے بن جائیں“
خا یاں آمیز لہجہ میں کہا۔

”سنو ابا جس طرح میں کہتی ہوں کیجئے۔“ لڑکی نے کہا ساتھ ہی باپ کے پہرہ کو معنی خیز نظروں سے
ما۔ بتائیے۔ کیا آپ میری ہدایت چلتا منظور کریں گے؟“

”ناؤں لڑکی۔ نہیں معلوم تو کیا کہہ رہی ہے۔“ اس کے باپ نے جواب دیا۔ مگر اپنے دل میں یہی
اکہ ضرور اس کا دماغ چل گیا ہے۔

”بس سوالات نہ پوچھئے۔ بلکہ جیسے میں کہوں اس کے مطابق کرتے جائیے۔“ فیٹ نے بڑی
رگی سے کہا۔

”تہا تو کیا کروں؟“ باپ نے پوچھا۔

”پہلے ایک مضبوط رے کا انتظام کیجئے۔“ لڑکی نے جواب دیا۔ ”اس کے بعد نصف گھنٹہ

”نک ان درختوں میں چھپ جائے جو بازار کے سرے پر نظر آتے ہیں۔ اس جگہ میرے اشارہ کا انتظار کیجئے۔ اور جب میں بلاؤں فوج بٹ اندر چلے آئے۔“

”ماہان لڑکی یہ کیا بہک رہی ہے؟ باپ نے غصہ میں بھر کر کہا۔ ”میں سمجھا تھا فکر معاش میں کوئی نیک مشورہ دے گی۔ مگر تو کچھ عجیب طرح کا مذاق کر رہی ہے۔“

”مہرانی سے جو میں کہتی ہوں اس پر غل کیجئے۔ فینٹ نے جواب دیا۔ پھر یقین ہے آپ نتیجے سے ہر طرح مطمئن ہوں گے۔ اننا تو آپ بھی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ میں آپ سے مذاق نہیں کر سکتی۔“

”اچھا تو لاؤ جو کہتی ہو۔ کرتا ہوں۔“ باپ نے مجبور ہو کر کہا۔ ”یہی کہتی ہو نا کہ ایک مضبوط سہ کے اس وقت تک درختوں میں چھپا رہوں جتنے کہ تم آواز دو۔ اور گویہ بات اب تک میری سمجھ میں نہیں آتی۔“

”بہر حال آپ بہت جلد معلوم کر لیں گے۔ کہ جو کچھ میں کر رہی ہوں وہ آپ ہی کے فائدہ کے لئے ہے۔“ فینٹ نے کہا۔ ”اگر آپ میرے کہنے چلیں گے تو ضرور خوش ہوں گے نہ مانیں گے تو افسوس کرنا پڑے گا۔“

اتنا کہ کردہ جواب کا انتظار رکے بغیر کمرے سے چلی گئی۔ خوابگاہ میں جا کر روزانہ ضرورت کی بعض چیزیں جمع کیں۔ اور انہیں اس طرح کے ٹوکریوں میں رکھ لیا جس میں بازار سے سودا سلف لاتے ہیں پھر اس ٹوکری کو ڈاکھت میں لے کر روانہ ہوئی۔ رستہ میں شراب خانہ تھا۔ اس سے شراب کی ایک بوتل خریدی اور اسے بھی ٹوکری میں رکھ لیا۔ اور آگے ایک دو فروش کی دوکان پر گئی۔ اور کئی قیر چیز کی سفیشی لی۔ اسے بھی ٹوکری میں رکھ کر بیرون شہر کی طرف ہوئی۔ ایک ایسے مقام پر جہاں تنہائی تھی۔ تھوڑی دیر بٹھکر اس نے شراب کی بوتل کھولی۔ تھوڑی شراب فرش زمین پر گرا دی۔ اور وہ چہ جو دو فروش کے مٹس سے لی تھی۔ شراب میں شامل کی۔ یہ کر کے وہ اس مقام کی طرف ہوئی۔ جہاں دارا کا سے ملنے کا وعدہ تھا۔ دارا کا پہلے ہی اس کے انتظار میں کھڑا تھا۔

اُسے دیکھ کر فرط شوق سے دو قدم آگے بڑھتے ہوئے کہنے لگا۔ ”پیاری فینٹ شکریہ تم آگئیں۔“ پھر ٹوکری کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”معلوم ہوتا ہے۔ سب تیار ہی مکمل کر کے آئی ہو؟“

”میں سارا سامان ساٹھ لے آئی ہوں۔“ فینٹ نے جواب دیا۔ ”غالباً میری وجہ سے آپ کو بہت انتظار نہیں کرنا پڑا۔ لیکن یہ بتائے اب کس طرف چلیں اور غر کا انتظام کیسے ہو؟“

”فینٹ اس کا بہتر چھاب تم آپ سے لے سکتی ہو۔“ دارا کا نے کہا۔ ”سرورست میری جیب بانگ خالی ہے۔ البتہ سوئٹرز منڈ پھنک... مگر ماں تم نے جو کہا تھا کہ میرے پاس چند سو فرنگ جمع ہوئے

”یہ شک ہیں۔“ فیٹ نے جواب دیا۔ اور پھر بھرے پن سے کہنے لگی ”مگر یہ تم کیا سو سڑ لیند
کے سفر کے لئے کافی ہوگی؟“

”کیوں نہیں۔“ ڈمار گانے جلدی سے کہا۔ اور اس کے بعد فیٹ کی صحیح مالی حالت معلوم
کرنے کے لئے کہنے لگا۔ ممبرے خیال میں چلنے سے پہلے معلوم ہونا چاہئے۔ کہ تمہارے پاس کتنا روپیہ
جمع ہے۔ آؤ ذرا بھیڑ کر حساب کریں۔“

فیٹ بیٹھ گئی۔ اور ڈمار گانے بھی صحیح عاشقانہ انداز سے اس کے پہلوں میں جم گیا۔ اور اس نے ٹوکر
گود میں کچھ مختلف چیزیں نکالنی شروع کیں۔ گویا نیچے سے نقدی اور زیور نکالنا چاہتی ہے۔ محض
نہ ہے کہ فرائض میں غریب عورتیں بھی محقوڑا بہت زیور ضرور اپنے پاس رکھتی ہیں۔

مگر جب فیٹ ٹوکر کی کاسمان نکال رہی تھی تو ڈمار گانے کی نظر اس بوتل پر جا پڑی جن میں
دوا آمیز شراب تھی۔ اسے دیکھ کر کہنے لگا ”کیوں بھلا۔ اس میں کیا ہے؟“

”شراب ہے۔“ فیٹ نے جواب دیا۔ ”اس خیال سے یہی آئی تھی۔ کہ سپیدل چلے تو رستہ
میں تازہ دم ہونے کو اس کی ضرورت ہوگی۔“

”شراب! اوہ۔ یہ تو واقعی تم قسمت لائی ہو۔“ ڈمار گانے خوش ہو کر کہا۔ ”کیونکہ میں پیاس سے سخت
بے تاب ہوں۔“

”فائز ہے۔ کہ آپ مجھ جیسا چیز کی انہی عزت افزائی کرتے ہیں۔“ فیٹ نے مسکرا کر کہا۔

اور یہ کہتے ہوئے بوتل نکال کر ڈمار گانے کے ہاتھ میں دے دی۔

پھر کہنے لگی ”معاف کرنا۔ بہت اعلیٰ چیز نہیں ہے۔ دراصل عمدہ شراب پر بہت روپیہ خرچ کرنا
جرات نہ ہوتی۔“

”فیٹ تم بہت سیانی لڑکی ہو۔“ ڈمار گانے کہا۔ ”لاؤ اس پہلے پیار کی خوشی میں بھرا ہوا جام پیو۔“
یہ کہتے ہوئے ڈمار گانے بوتل ہی کو منہ لگا لیا۔ اور چونکہ وہ تعزین پیاسا تھا اس لئے
ایک گھونٹ میں بڑی مقدار پی گیا۔ فیٹ اس کے چہرہ کو نظر غور سے دیکھتی ہی اس کی نگاہیں سید
وہیم کا عجیب اشتراک تھا۔

شراب پی کر ڈمار گانے عجیب طرح کا شہ نہایا۔ ایک دو بار کچھ حرکت کی۔ پھر بے اختیار بوتل
ہاتھ سے گر گئی۔ اور باقی شراب فرش زمین پر بہنے لگی۔ فیٹ ایک لمحہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اور احوال
سے دوچار قدم پیچھے ہٹی۔ کہ حالت یاس میں وار نہ کرے۔ ڈمار گانے کے چہرہ پر خوفناک امار

مردہ ہوئے۔ اس نے اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش کی مگر لڑکھڑا گیا۔ ”اب۔ دعا! دعا! اس کے منہ سے نکلا، اور پس درخت کے نیچے بیہوش ہو گیا۔“

”یہ سبق ہے جو تم نے مجھ کو سکھایا تھا۔“ فینٹ نے اس کو ہمیشہ ہوتے دیکھ کر کہا۔ پھر جلد سے آواز دی۔ ”ابا۔ ابا جلد آؤ۔“

باپ منتظر کھڑا تھا۔ فردا آگیا۔ ایک اضبی کو فرش زمین پر بے حرکت پڑا دیکھ کر بڑی حیرت ہو کر پہلے خیال آیا شاید مر گیا ہے۔ اسی لئے بیٹی کی طرف نظر تبس سے دیکھا۔

مگر وہ کہنے لگی۔ ”آبا یہ تو می مرانہیں۔ صرف بیہوش ہے غود سے دیکھئے کیا یہ وہی ڈمار کا نہیں ہے جس کی بدولت ہم پر ساری عیتیں نازل ہوئی تھیں؟ اچھا اب اسکی مشکبیں کس کیجئے۔ اور خوب ضبط بانڈہئے کہ دوبارہ فرار نہ ہو سکے چونکہ آپ نے اس کو بکڑا ہے۔ اس لئے آپ ہی اس انعام کے مستحق ہیں جو اسکی گرفتاری کے لئے شہر کیا گیا تھا۔ غالباً اب تو آپ ضرور وہ دکان خرید سکیئے؟“ فینٹ کا باپ سرت و حیت کی تندہیر بنا کھڑا تھا۔ ٹھوڑی دیر ڈمار کا کے بے حرکت جسم کو دیکھتا رہا۔ پھر جلد جلد اسکی مشکبیں بانڈہیں۔

فانے ہو کر کہنے لگا۔ ”پیارے فینٹ آ۔ میرے گلے گلے چا۔ عزیز لڑکی میں تیرا احسان کبھی نہ بھولوں آج تو نے اپنی خطاؤں کی تلافی کر دی اب آئندہ کبھی تم سے حرف ملامت نہ کہوں گا۔ بلکہ سچ پوچھو تو جو کچھ چاہو ہماری بہتری کے لئے تھا۔ کیونکہ اس شخص کی گرفتاری کا انعام پاکر ہم اتنے مالدار ہو جائیں گے جتنے عمر بھر ملازمت کر کے نہ ہو سکتے تھے۔“

اس نے فینٹ کو گلے لگایا۔ مگر وہ حسرت واپس کی تصویر بنی ہوئی تھی اسے غلین و اسرودہ دیکھ کر باپ نے کہا۔ ”عزیز لڑکی اب کیا غم ہے؟ اب کیوں اس نظر آتی ہو؟“

”پاپے ابا“ فینٹ نے گری ہوئی آواز سے جواب دیا۔ آج میں نے وہ کام کیا ہے جس نے ہمیشہ کے لئے میری راحت کا خاتمہ کر دیا میں نے روپیہ کے لاپٹ جس ایک بد نصیب انسان کو حوالہ موت کیا ہے۔ میں نے ممکن نہیں کہ میں کبھی خوشی کا منہ دیکھ سکوں۔ مانا کہ وہ مجرم اور گناہگار ہے۔ یہ بھی سہی کہ اس نے قتل کی وارداتوں میں حصہ لیا۔ مگر سچ جانئے اگر ان مصیبتوں کا خیال دماغ میرے ہوتا تو آپ کو میری بدولت جھیلانی پڑی ہیں۔ تو میں ہرگز ایسا نہ کرتی۔ میں نے اس بد نصیب سے دعا کیا ہے۔ اور وہ لاکھ براہو۔ میری حالت اس سے زیادہ قابلِ نفرین ہے۔ واقعی دعا بار کا گناہ قاتل کے جرم سے زیادہ سنگین ہے۔ کیونکہ یہ دشمن پروا نہ کرتا ہے۔ اور وہ دوست پر اس وقت بچے خود اپنی فدا سے نفرت ہے۔ ان آسمانیت ہے کہ آئندہ آپ کی ملازمتوں سے نجات ہو جائے گی۔ میں نے جب سے اسے سمجھا۔ اسے متعلقہ انعام و رشتم

دیکھا تھا۔ تبھی سے یہ تجویز میں سما گئی تھی۔ شب در در کچھ کوسوں نے دماغ میں حیران کر دیا۔ اثنائے راہ میں میں سوچا کہ اگر یہ آدمی دوبارہ مل جائے تو اس کو گرفتار کر کے پہلی فرنگہداشت کی تلافی کروں بغیر یہ آرزو دہری ہو گئی۔ اب امید ہے آپ کی زندگی آرام سے بسر ہوگی۔ سنئے کسی گاڑی کی آواز سنائی دیتی ہو، ٹھیکے میں بھی آتی ہو؟ اتنا کہہ کر وہ درختوں سے مانگتی رہا۔ باپ اس کی تقریر سے اتنا متعجب تھا کہ جواب میں ایک حرف تک نہ کہہ سکا۔ ایک قیمتی شکار اس کے ہاتھ آچکا تھا۔ اور دنیا میں ایسا بے غرض کون ہے جو ہاتھ آئی دولت چھوڑ دے؟ فینٹ کے جلے پر اس نے جھک کر بغور دیکھا۔ ڈامارگا کا جسم اچھی طرح جھکنا ہوا تھا۔ باہر ٹرک پر کسی نانبائی کی گاڑی چلی آرہی تھی۔ فینٹ نے اسے روکا۔ اور ڈامارگا کو اسی سہوشتی کی حالت میں لا د کر جیٹا نہ بھیج دیا۔ جب اس بد نصیب کو موش آیا۔ تو اس نے اپنے آپ کو حجرہ تارک میں بخیہ سلاسل میں بند پالیا۔ مگر یہ قید ایسی تھی جس سے رہائی کی کوئی صورت ممکن نہ ہو سکتی تھی۔

دستار کے اس حصہ کو ختم کرنے کی غرض سے ہم یہ بھی لکھ دینا چاہتے ہیں کہ فینٹ کے باپ نے ڈامارگا کی گرفتاری کے انعام کا دعوے پیش کیا۔ اور وہ رقم اس کو مل گئی۔ اس روپیہ سے اس نے وہ دوکان خرید لی جس کی بہت دن سے خواہش تھی۔ اور اب اس کا کاروبار خوب چل رہا ہے۔ فینٹ ابھی تک زندہ ہے۔ مگر پہلے وجود کا محض سایہ نظر آتی ہے۔ رنگت زرد جسم لاغر اور ضعف جانی غالب ہو چکی ہے اس کے اُداس چہرہ پر تبسم کی جھلک کبھی دیکھنے میں نہیں آتی۔ باپ کے گھر میں رہتے ہوئے وہ اس زندگی میں ہی مر چکی ہے۔ ڈامارگا کی گرفتاری پر اس نے جو الفاظ کہے تھے۔ وہ حرف بہ حرف صحیح نکلے۔ یعنی اس دن کے بعد وہ غریب کبھی خوش نہیں دیکھی گئی۔

ڈیم راکٹ نے سرکاری گواہ بن کر جو اقبالی بیان دیا تھا۔ اس کی بدولت ڈامارگا کے علاوہ کئی اور آدمی جرم قتل میں گرفتار ہوئے۔ بہت دنوں ان کے مقدمہ کی سماعت ہوتی رہی لیکن آخر کار سب کے خلاف جرم ثابت ہوا۔ ڈامارگا اور اس کے چن۔ ساتھیوں کا گلوٹن کے ذریعہ سر قلم کیا گیا۔ مگر ڈیم راکٹ اور باقی دہنروں پر چونکہ قتل عمدہ کا الزام ثابت نہ ہوا تھا۔ اس لئے ان کو صس دوام بہمور دیا۔ سس شور کی سزائیں دی گئیں۔ اور اس طرح پر وہ سارے آدمی جو فرانس کے جھگ میں قتل و غارت کیا کرتے تھے۔ کبھر کر دار کو پہنچے۔

میسوں جلد ختم ہوئی

فسانہ لندن

رینالڈس کے ہوسٹریا ناول مسٹر نیف لندن کا ترجمہ

منشی ترقیہ نام صاحب فیروز پوری کے قلم سے

سلسلہ ثانی

رینالڈس کے مسٹر نیف ناول مسٹر نیف لندن کے
دوسرے ہیں۔ یاویں کہنا چاہیے کہ دو جلا گانہ داستان
ہیں جنہیں میں نظم سے شل کر لیا گیا ہے سلسلہ ثانی
سلسلہ اول سے بلحاظ نفس مضمون بالکل مختلف ہے
اس ناول کا ہیرو جیڈ ایک کمرنگ اور پلاٹ بالکل علیحدہ
ہے۔ مگر دلچسپی اور سرگرمی کے اعتبار سے یہ سلسلہ
جو ممکن سمجھا جائے۔ تو سلسلہ اول پر بھی فوقیت
رکھتا ہے۔

اس سلسلہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ
جہاں سلسلہ اول میں میر طبقہ کی برائیاں دکھائی گئیں
وہاں اس میں ان کی خوبیوں کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ قابل
مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ دولت ہر حال میں
انسان کی فطری خوبیوں کو تلف نہیں کر دیتی اور ان
میں فیاضی اور شرافت کا جو موجود ہوا وہ افسوس
نیک کی توفیق ہے تو وہ اپنی ثروت کو دنیا کی بہتری
کیونکر صرف کر سکتا ہے۔ ۲۵ جلدوں میں مکمل فنی مت
۲۶۲۸ صفحات سے زیادہ قیمت ۱۵ روپے
جدا جدا حصے بھی طلب کئے جاسکتے ہیں ہر
کی قیمت ۱۲ روپے علاوہ محصول ڈاک ہے

سلسلہ اول

رینالڈس کے ناولوں میں سب سے دلچسپ اور غیر
ہے قابل مصنف نے اس میں نیکی اور بدی کے دو راستے
محین کئے ہیں اور دونوں جوان ایک ہی وقت میں ان
دو سڑکوں پر ایک ہی منزل مقصود کا ہیبانی کی طرف
روانہ ہو جاتے ہیں۔ پہلی دشوار گزار اور پریشور مقامات سے
گزرتی ہے۔ مگر اس کے کنارے جا بجا آسائشی فریڈنگ
موجود ہیں اور مری سیدھی واصلوں اور بظاہر شاداب مگر
چلنے والے کیلئے ہر قسم کے خطرات سے بھرپور ہے مصنف
یہ دکھانا چاہتا ہے کہ باوجود ہر قسم کی مصیبتوں کے
نیکی کی شہرہ ہی انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے
میں کامیاب ہوتی ہے۔

یہ اس ناول کا خاص پلاٹ ہے مگر جزوی طور پر
اس قدر متنوع۔ ایسے عجیب اور اتنے حیرت خیز کیرکٹر
شامل کئے گئے ہیں کہ انسان پڑھتا ہے مگر سیر نہیں
ہوتا۔

۲۵ جلدوں میں مکمل فنی مت ۲۶۲۸ صفحات سے
زیادہ قیمت ۱۵ روپے محصول ڈاک الگ۔

جدا جدا حصے بھی طلب کئے جاسکتے ہیں ہر حصہ
کی قیمت ۱۲ روپے علاوہ محصول ڈاک ہے

مغز و حسن

بینا لدس کے شہکار ایگنس یا بیوٹی اینڈ پلیسٹر کا ترجمہ

منشی تیرتہ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے

واقعات کی نوعیت۔ بیان کی نگینیں۔ مطالب کے اظہار۔ ترکیبوں کی دشمنی اور الفاظ کی گہرائی اور تاثیر میں شکل کوئی قصہ اس حیرت انگیز ناول کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ داستان اتنی وسیع اور اس میں کام کرنے والے اتنے بے شمار ہیں کہ قصہ کا خلاصہ پیش کرنا غیر ممکن ہے۔ حاصل کام یہ کہ بالکل سٹریٹ کی طرز کا اگر اس سے اندکھا اور دیدہ رجحانات و کشیدہ فسانہ ہے جس کی اشاعت نے اردو ادب لطیف کی سطح پر سکون میں تلاطم برپا کر دیا۔ قابل مصنف کا نام بیان کی جس عربیائی کے لئے مشہور ہے۔ اس ناول میں ختم ہے۔ اگر اس پہلو سے دیکھا جائے تو سٹریٹ کے واقعات بھی اس کے آگے پیچھے ہیں کل ۲۸ حصوں کی قیمت لے ۱۱ صفحات ۳۲۰۸ سے زیادہ الگ الگ ہر ایک حصہ کی قیمت ۱۲ علاوہ محصول ڈاک۔

گردش آفاق

Che
19

بینا لدس کے حیرت انگیز ناول جوزف ولٹ کا ترجمہ

منشی تیرتہ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے

قصہ کا ہیروز جوزف ولٹ ایک بے سرو سامان یتیم لڑکا جو جبکہ حالات کی مجبوریوں سے کئی رنگ بیکھ پڑے ہیں۔ وہ کئی کئی طرح کی آفتوں سے گزرتا کئی انقلابات دیکھتا اور لاتعداد مصیبتوں کا نشانہ بنتا ہے اسکی ملازمت بکائیے خود ایک داستان ہوا اور اسکی انتہی ایک ایسے پردہ راز میں پوشیدہ ہے جس کا صحیح حال کتاب کے آخر میں جا کر ہی کھلتا ہے قابل مصنف نے اس عظیم الشان کتاب میں لاتعداد کیکرڈز داخل کئے ہیں جنکی عجیب و غریب خصوصیتیں ناظرین کے دلوں میں دو غصہ۔ رحم اور ہنسی پیدا کئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔

۲۸ حصوں میں کل ۳۲۴۴ سے زیادہ صفحات قیمت لے ۱۱ ۱۱ الگ الگ ہر ایک حصہ

قیمت ۱۲ علاوہ محصول ڈاک۔